آپ مذہب کی حمایت کیونکر کر سکتے ہیں؟

(۱) امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر۔
(۲) امامیہ مشن کے استقلال فنڈ کے ٹکٹ خرید فرما کر۔
(۳) امامیہ مشن کے تبلیغی رسائل خرید کر۔

جس سے آپ کی مذہبی معلومات میں اضافہ ہوگا اور مشن کی امداد بھی ہو جائیگی۔

(۴) امامیہ مشن کے تبلیغی رسائل ہم سے رعایتی قیمت پر خرید فرما کر غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرکے (جیسا کہ بعض ہمدردان ملت عامل ہیں)

امامیہ مشن ۵۵ تبلیغی رسائل چھ سال کے اندر اندر شائع کر چکا ہے جس کی کل تعداد ۸۰ ہزار سے اوپر ہو چکی ہے۔

ہر سال عشرہ ماہ محرم میں اردو، ہندی، انگریزی رسائل غیر مذاہب میں مفت تقسیم کرتا ہے۔ لکھنؤ کی اچھوت کانفرنس میں دو زبانوں میں مفت رسائل تقسیم کیے ہیں۔

(خادم مذہب)

آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

فہرست مضامین شہدائے کربلا علیہم حصہ دوم

(حصہ دوم)

مصنفہ

حضرت فخر المحققین سید العلما مولینا المولوی السید علی نقی صاحب قبلہ
مجتہد العصر دام ظلہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

امامیہ مشن لکھنؤ کی پچپنویں دینی خدمت

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس رسالہ کے دوسرے حصہ کی اشاعت کی نوبت آئی۔

یہ موضوع اتنا اہم تھا کہ دل بےچین تھے کسی صورت سے یہ پایۂ تکمیل تک پہونچے۔

اس حصّہ کی اشاعت محرم کے قبل ہی کی جا رہی ہے۔ تاکہ زمانۂ عزا میں حضرات مومنین اس کی کثیر تعداد خرید فرما کر مجالس میں تقسیم کر سکیں۔

والسلام

خادم مذہب
سید محمد رضا نقوی سکریٹری
امامیہ مشن۔ وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ

ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید الانبیاء والمرسلین و آلہ الطاہرین۔

پہلے حصہ کی اشاعت ایسے حالات میں ہوئی تھی جب یہ امید بھی نہ تھی کہ اس کے بعد یہ خدمت پایۂ تکمیل تک پہونچ سکے گی۔

میری غیر معمولی بیماری نے جو عام طور پر دہشت کا باعث تھی اُس حصہ کو ناقص مقدار پر ختم کر دیا۔ باوجودیکہ میں نے دیباچہ میں پوری کتاب کے دو حصے قرار دیے تھے اور یہ کہا تھا کہ "پہلے حصہ میں اصحاب و انصار کا تذکرہ ہوگا جو بنی ہاشم کے علاوہ تھے اور دوسرے حصہ میں اعزا و اقارب امام کا تذکرہ ہوگا" پھر بھی حبیب ابن مظاہر کے حالات پر وہ حصہ تمام کیا نہیں گیا بلکہ ہو گیا۔ اور امامیہ مشن کے سکریٹری کی جانب سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب دوسرا حصہ بھی اصحاب ہی کے حالات میں ہوگا جن کی باقی ماندہ تعداد کافی کثرت رکھتی ہے اور تیسرا حصہ انشاء اللہ اعزا کے حالات میں ہوگا۔

میں اب اسی ترتیب کی پابندی کرتا ہوں۔ توفیق خدا کی جانب سے ہے اور وہی دستگیر و مددگار ہے۔

(اؑ)

(۶۴) حُرّ بن یزید ریاحی

نام و نسب حُرّ بن یزید بن ناجیہ بن قعنب بن عتاب بن ہرمی بن ریاح بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم التمیمی الیربوعی الریاحی۔[1]

طبری میں ایک جگہ "الحر بن یزید الحنظلی ثم النہشلی" لکھا ہے۔[2] حنظلی لکھنے کی وجہ مذکورہ بالا سلسلۂ نسب سے ظاہر ہے کیونکہ "یربوع" کے پہلے "حنظلہ بن مالک" کا نام سلسلۂ اجداد میں موجود ہے لیکن "نہشلی" لکھنے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ممکن ہے اس سلسلہ میں حنظلہ کے بعد کہیں پر "نہشل" کا واسطہ ہو جو درمیان سے ساقط ہو گیا ہے۔

خاندانی خصوصیت حُرّ کا خاندان عرب میں قدیمی عزت کا مالک تھا۔ عتاب جو حر کی چوتھی پشت میں ہے نعمان بن منذر ملک حیرہ کے مخصوصین میں وہ درجہ رکھتا تھا کہ گھوڑے پر اُسکے

ع نام کے اوپر نمبر شمار اس حصہ کا ہے۔ اور نام کے پہلو میں نمبر شمار کا سلسلہ پہلے حصہ کے شہداء کے لحاظ سے ہے۔

[1] ابصار العین ص۱۱۱ ۔ [2] تاریخ طبری ج ۶ ص۲۲۲

"ردیف" کی صورت سے سوار ہوتا تھا۔

عتابؔ کے دو فرزند تھے قیسؔ اور قعنبؔ۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ منصب قیسؔ کو حاصل ہوا۔ بنی شیبان نے اُس سے منازعت کی جسکے نتیجہ میں "یوم الطخفہ" کی خونریز جنگ واقع ہوئی۔ قیس کے سلسلہ میں اخوص شاعر ایک صحابی تھے جن کا نسب ہے "زید بن عمرو بن قیس بن عتاب" طبقہ کے لحاظ سے وہ حرؔ کے باپ یزید کے چچا زاد بھائی اور حرؔ کے رشتہ کے چچا ہوتے ہیں۔

ذاتی عزت

حرؔ کوفہ کے رؤسا میں سے تھا۔ اور ابن زیاد کی فوج میں افسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اور ابن زیاد کی جانب سے جو کوفہ کا حاکم تھا حدود کی ناکہ بندی ہوئی ہے جس کا تذکرہ میں نے اپنی متعدد کتابوں میں کیا ہے[۱] حصین بن تمیم کو کئی ہزار سواروں کے ساتھ قادسیہ میں مقرر کیا گیا تھا۔

حرؔ بھی اس لشکر میں تھا اور وہیں سے ایک ہزار سواروں کا سردار ہو کر امام حسینؑ کے سدراہ ہونے کیلئے آگے بڑھا تھا۔

امام سے پہلی ملاقات

امام حسینؑ اپنے منازل سفر میں شراف میں آگئے

---

[۱] قاتلان حسین کا مذہب طبع چہارم صفحہ ۹۵ مجاہدۂ کربلا صفحہ ۵ اسوۂ حسینی صفحہ ۱۳۳ و صفحہ ۱۳۵۔

بڑھے ہیں، پہلی محرم سنہ ۶۱ھ دوپہر کا وقت ہی اُس وقت سامنے سے لشکر آتے ہوئے نظر آیا۔ میں نے "مجاہدۂ کربلا" میں اسکو تفصیل کیا تھا لکھا ہے امام نے فوج کو آتے دیکھکر ذوحسم پہاڑ کا جو آپکے بائیں طرف تھا رخ کیا تاکہ اُسے پس پشت قرار دیکر دشمنوں سے سامنے کی جانب سے مقابلہ کریں آنے والی فوج نے بھی اُسی طرف کا رخ کر دیا مگر حضرت اس مقام تک پہلے پہونچ گئے تھے۔ آپکے خیمے نصب ہوچکے تھے اُس وقت وہ لشکر پہونچا۔ یہ حُر ہی تھا جو اپنے رسالے کے ساتھ آیا تھا۔ فوج پر پیاس کا غلبہ تھا۔

امام نے سب سے پہلے پورے لشکر کو پانی سے سیراب کرایا، اس کی تفصیل بھی میں نے اپنی اور کتابوں میں لکھی ہے۔[1]

فرزند رسول کے اس ایثار، کرم، حسن اخلاق، بلند حوصلگی اور انسانی ہمدردی کا سب سے پہلا اثر تھا جو حُر کے دل پر قائم ہوا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اُس سے امام کے مقابلہ میں کسی مخالف طرز عمل کا اختیار کرنا بنتا ہی نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب نماز ظہر کے وقت امام نے حُر کی فوج کے سامنے تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپنے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تمھارے خطوط کی بنا پر تمھارا بلایا ہوا آیا ہوں، اگر تم اس

[1] مجاہدۂ کربلا صفحہ ۷۱ و ۷۲ ۔ اسوۂ حسینی صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳

بات پر باقی ہو تو خیر نہیں تو جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں" تو اس تقریر کا بھی حر
کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ بالکل خاموش تھا اور اسے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوئی تھی

نماز جماعت

جب نماز کی اقامت ہوئی تو اس وقت امام نے حر سے
فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کو علحدہ نماز پڑھاؤ گے حر
نے عرض کیا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھائیے اور ہم سب آپ ہی کی اقتدا ر
میں نماز پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دونوں طرف کے لشکروں نے
امام کے پیچھے نماز ادا کی۔

اس سے یہ نتیجہ تو نکالا نہیں جا سکتا کہ حر یا اس کے ساتھی مذہبی
حیثیت سے شیعہ تھے جبکہ عام اسلامی نقطہ نظر سے امامت جماعت کے
لئے امام یعنی جانشین رسول ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اکثریت کے
نزدیک عدالت تک بھی معتبر نہیں ہے بلکہ صرف مسلمان ہونا کافی ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ غیر شیعہ مسلمان بھی حسین بن علی کو ایک فرد مسلم سمجھنے
پر تو مجبور ہی ہیں۔ پھر آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنے سے یہ کیونکر ثابت
ہو سکتا ہے کہ وہ شیعہ تھے، مگر پھر بھی یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسکے
دل میں امام حسین کی نسبت کوئی خاص جذبہ عداوت و نفرت نہیں تھا
بلکہ کسی نہ کسی حد تک آپ کے عظمت و بزرگی کے احساس سے متاثر تھا
جب ہی وہ خود آپ کے مقابلہ میں علحدہ نماز جماعت قائم کرنے کو ایک

غیر موزوں اور بے محل بات اور ایک طرح کی بے ادبی سمجھا۔

امام کی دوسری تقریر اور حُر کا جواب

نماز کے بعد امام اپنے خیمہ میں تشریف لیگئے اور حُر اپنے خیمہ میں۔ پھر عصر کے بعد امام نے اپنے اصحاب کو روانگی کیلئے تیار ہونے کا حکم دیا اور عصر کی نماز پڑھائی جسکے بعد آپ نے فوج حُر کے سامنے دوسری تقریر کی جس میں دوبارہ خطوط کا تذکرہ کیا اور اُسی بات کو دوہرایا کہ اگر تم اپنے خطوط کے مضمون پر قائم نہ ہو تو میں واپس چلا جاؤں

حُر اسکے پہلے امام کے اخلاق اثر سے خاموش تھا مگر اُسے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کا خیال تھا۔ وہ ابن زیاد کا نوکر تھا اور خاص طور پر حسینؑ کو روکنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وقت اب وہ آگیا تھا کہ حسینؑ روانگی کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں اور اب اگر حُر خاموشی کی پالیسی پر قائم رہا تو اُس کا مقصد بالکل فوت ہوتا ہے۔ اس لئے اب اپنے دل کو سخت کر کے وہ بولا اور اُس نے کہا

"ہمیں نہیں معلوم یہ خط کیسے ہیں جن کا آپ حوالہ دیتے ہیں"

حضرت نے وہ تمام خطوط منگوا کر سامنے پھیلا دئیے۔

حُر نے کہا "ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط بھیجے تھے۔ ہمیں یہ حکم ہوا ہے کہ جہاں آپ مل جائیں پھر ہم آپ سے

جدا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو ابن زیاد کے سامنے لیجائیں۔"
بس حُر اب امام کے سامنے ایک مخالف کی صورت سے تھا۔ امام نے فرمایا۔

"الموت ادنی الیک من ذلک"

"یہ بھلا کہاں ممکن ہے۔ اس سے پہلے موت تیرے سامنے ہوگی۔"

مخالفانہ اقدام اور ادب شناسی

حر کے لئے بڑا نازک مرحلہ تھا اُس لئے کہ اُس کا ضمیر بالکل مردہ نہ تھا۔ اُسے ایک طرف فرض منصبی کا خیال اور دوسری طرف حسین بن علی کی شخصیت کا احساس۔ مگر موقع سخت سے سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے پہلے صرف الفاظ کی ضرورت تھی اور اب عمل۔ کیونکہ امام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ یہانتک کہ مخدرات بھی اپنی عماریوں میں سوار ہو گئے۔ حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ چلو جس راستہ سے آئے ہیں اُسی راستے پر چلو۔ اب حُر کو کیا کرنا چاہیئے۔ وہی جو اُس کو حکم دیا گیا ہے، حر کی فوج سامنے آکر سدراہ ہو گئی اور اُس طرف جانے سے مزاحمت کی۔

حُر سامنے تھا۔ امام نے غصہ سے فرمایا۔

ثکلتک امک ما ترید۔ ماں تیری تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ

رکھتا ہے۔

حُر ایک شریف قوم و قبیلہ کا انسان تھا اور دنیاوی عزت رکھتا تھا۔ اس کے لئے اس فقرہ نے تازیانہ کا کام کیا۔ مگر پھر بھی وہ حسین کے مقابلہ میں اپنے نفس کو "چھوٹا" پا رہا تھا، اس لئے اُس نے ایک عجیب انداز سے اس فقرہ پر احتجاج کیا۔ وہ کہتا ہے۔

"خدا کی قسم اگر کوئی اور قوم عرب میں سے مجھے یوں کہتا اس حالت میں کہ جس حالت میں آپ ہیں تو میں بھی ضرور اُس کی ماں کا اسی طرح ذکر کرتا وہ کوئی بھی ہوتا مگر بخدا آپ کی والدۂ ماجدہ وہ ہیں کہ جن کا ذکر بغیر انتہائی ممکن عزت و احترام کے میں کر ہی نہیں سکتا۔"

امام نے فوراً اندازہ کر لیا کہ اس کا دل میرے مقابلہ میں جھکا ہوا ہے آپ نے طرز کلام میں تبدیلی فرمائی اور کہا "پھر تم چاہتے کیا ہو؟" حُر نے کہا "خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لیجاؤں۔"

حضرت نے فرمایا "میں تمہارا کہنا ہرگز نہیں مانونگا۔"

اُس نے کہا "میں آپ کو چھوڑونگا ہرگز نہیں۔"

تین مرتبہ ردّ و بدل ہوئی۔ آخر میں پھر حُر کے نفس نے شکست کھائی اور اُس نے کہا "میں آپ سے جنگ کرنے پر مامور نہیں ہوں۔ مجھے تو یہ حکم تھا کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو ف

پہونچیں۔ جب آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو ایک ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف واپسی کا راستہ ہو اس کے بعد میں ابن زیاد کو لکھوں۔ اور آپ بھی چاہیں تو یزید یا ابن زیاد کو خط لکھیں۔ شاید خدا اس طرح سے ایسی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ سے کوئی عملی مخالفت نہ کرنا پڑے۔

دیکھا آپ نے۔ حُر کی نیت کا پردہ چاک ہو گیا معلوم ہو رہا ہے کہ اُس کا دل ڈانواڈول ہے۔ اُسے یہ فکر ہے کہ میں اس بلند ہستی کی عملی مخالفت کس طرح کرونگا۔ وہ پہلو ڈھونڈھ رہا ہے کہ کسی طرح اُسے آپ کے ساتھ تصادم نہ کرنا پڑے اور عملی مخالفت کی نوبت نہ آئے اُسے اس کی بھی آرزو ہے کہ کسی طرح معاملات رو باصلاح ہو جائیں اور اس لئے وہ یہ مشورہ بھی دینا چاہتا ہے کہ آپ یزید یا ابن زیاد کو خط لکھئے۔ مگر ابھی اُس کے نفس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنی ملازمت کے خیال کو بالکل دل سے نکال دے اور دنیاوی زندگی کو اپنی بخیال خود فنا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

راستہ کی گفتگو جب امام اُس راستہ پر روانہ ہوئے جو آخر میں حُر نے معیّن کیا تھا تو راستہ میں حُر کہنے لگا۔

انّی اذکرک اللہ فی نفسک فانّی اشھد لئن قاتلت لتقتلن ولئن

فوتلت لتھلکن فیما اری۔

"میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں آپ اپنی زندگی پر رحم کیجیے اگر آپ نے بڑھ کر جنگ کی تو یقیناً قتل کیے جائیں گے اور اگر دشمن نے بڑھ کر آپ پر حملہ کیا تب بھی میری رائے میں آپ ہلاک ہونگے۔"

الفاظ میں یقیناً ہمدردی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے اُس کا دل حسینؑ پر کڑھ رہا ہے۔ مگر اُس کا نفس اُس بلندی پر نہیں ہے کہ وہ حسین کے اس اقدام کے آخری نتائج تک پہونچ سکے۔ اُس کو حسین کی نفس کی پوری عظمت کا اندازہ بھی نہیں ہے جو دنیا کی زندگی کو اپنے سامنے ہیچ قرار دیتی ہے۔ پھر وہ ایک فوج مخالف کی فرد ہونے کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے جس میں ایک تہدید کا پہلو بھی مضمر معلوم ہوتا ہے جس کو حسینؑ کی بلند ہمتی برداشت نہیں کر سکتی حسین نے اُس کو اپنے مقصد کی گہرائیوں پر ایک عمیق ابہام کے پردہ میں مطلع کر دیا یہ فرما کر کہ:۔

افبالموت تخوفنی فھل یعدو بکم الخطب ان تقتلونی

"کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ اور کیا تم اس سے زیادہ کچھ کر سکتے ہو کہ مجھے قتل کر دو۔"

بہ ظاہر عجیب چیز ہے ـــــ انسانی نگاہ میں آخری زیادہ سے زیادہ

انجام قتل ہی ہے ۔ لیکن حسینؑ اس کو ایک درمیانی منزل قرار دے کر کسی اس کے بعد کے درجہ کو فتح و شکست کا معیار قرار دے رہے ہیں۔

حُر سمجھا یا نہیں سمجھا مگر وہ اتنا سمجھ لیا کہ میری نصیحت کا کچھ اچھا اثر نہیں ہوا۔ اس لئے اُس نے اب حسینؑ کے ساتھ ساتھ چلنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور وہ حضرتؑ سے تھوڑے فاصلہ پہ علٰحدہ ہو گیا اور دور دور روانہ ہوا مگر آپ سے جدا نہیں ہوا۔

ایک اور واقعہ

جب امامؑ "عذیب الہجانات" میں پہونچے تو چار آدمی اہل کوفہ میں سے غیر معروف راستہ سے امام کی نصرت کے لئے آئے ۔ یہ عمر بن خالد صیداوی، اُنکا غلام سعد اور تین اور آدمی تھے (ملاحظہ ہو شہدائے کربلا حصہ اوّل ص۴۳ - ۴۹)

حُر امام کی نقل و حرکت کا نگراں تھا اُس نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں ۔ اس لئے یا تو میں انھیں گرفتار کر کے قید کر لونگا یا کوفہ واپس کر دونگا۔

حضرتؑ نے فرمایا اب جبکہ یہ میرے پاس پہونچ گئے اور میری امان میں آگئے تو میں انھیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا اور تم نے اقرار کیا تھا کہ جب تک ابن زیاد کا خط تمھارے پاس نہ آجائیگا مجھ سے کچھ تعرض نہ کرو گے اب اگر تم اس بات پہ قائم نہیں رہو گے تو میں

تم سے مقابلہ کرونگا۔ حُر نے پھر خاموشی اختیار کی اور بات رفت و گذشت ہو گئی۔

ابن زیاد کا خط

حُر کا رویہ امام کے ساتھ مشکوک تھا جیسا کہ میں نے "مجاہدۂ کربلا" میں خیال ظاہر کیا ہے ممکن ہے اُس کے رسالہ کے کسی شخص نے ابن زیاد کو اطلاع دی ہو کہ حُر امام کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں کر رہا ہے اس کا نتیجہ تھا کہ ابن زیاد نے تنبیہ کی ضرورت محسوس کی اور حُر کے نام یہ خط بھیجا کہ

"تم کو لازم ہے کہ جہاں پر یہ خط پہونچے اور میرا قاصد آئے فوراً حسینؑ کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انھیں ایسی جگہ قیام کرنے پہ مجبور کرو جہاں آب و گیاہ موجود نہ ہو اور نہ کوئی قلعہ و جائے پناہ ہو۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ساتھ رہے اور اُسوقت تک علٰحدہ نہ ہو جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے۔"

آخری الفاظ صاف بے اطمینانی کا پتہ دے رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حُر کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں رورعایت کریگا یا سہل انگاری سے کام لے گا۔

اب حُر بھی مجبور تھا۔ حقیقۃً مجبور نہیں بلکہ اس دنیا کی

بندگی کی بنا پر جس سے واقعی حرّیت اُسے ابھی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے اس خط کے آنے کے بعد اس نے امام اور امام کے اصحاب کے سامنے یہ اعلان کر دیا کہ :-

"یہ امیر ابن زیاد کا خط ہے اور اس میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سب کو اسی جگہ اترنے پہ مجبور کر دوں جہاں مجھے یہ خط پہونچے اور امیر کا قاصد موجود ہے اور اسے حکم ہے کہ یہ مجھ سے علحدہ نہ ہو جب تک اس حکم کی تعمیل نہ ہو جائے"

ان الفاظ میں بھی کمزوری صاف نمایاں ہے۔

وہ حسینؑ کے سامنے اپنی بے بسی اور مجبوری کو پیش کئے دے رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنی طرف سے سختی نہیں کرنا چاہتا۔ مگر اب میں خود زیر حراست و نگرانی ہوں۔

وہ ان الفاظ میں گویا درخواست کر رہا ہے کہ آپ مجھے اس کا موقع نہ دیجیے کہ میں اپنے ضمیر کے خلاف اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوں اور عملی حیثیت سے کوئی مزاحمت کروں۔

اُس کی اس صفائی کی حسینؑ نے قدر کی اور وہی حسین جو اس کے پہلے اسی حر کی مزاحمت پہ بگڑ گئے تھے اور کہا تھا :-

المَوتُ ادنی الیکَ من ذلک۔ "تجھے اس کے پہلے کہ مجھے روکے

موت کا سامنا کرنا پڑیگا"

صرف اُس کے اتنے کہنے پر وہیں اتر پڑنے پر آمادہ ہوگئے بیشک کچھ قریبی آبادیوں کا نام لیا کہ وہاں ہم کو پہونچ لینے دیا جائے مگر حُر نے اُنھی الفاظ میں اپنی مجبوری کا اظہار کیا کہ مجھے حکم یہ ہے کہ آپ کو ایسی جگہ اتاروں جہاں آب وگیاہ نہ ہو۔ اور یہ شخص میرے اوپر نگراں مقرر کیا گیا ہے کہ یہ جا کر میرے طرزِ عمل کی اطلاع دے"

گویا وہ اپنی نسبت خطرہ کا اظہار کر رہا ہے اور یہ کہ ابن زیاد مجھ سے بدگمان ہو چکا ہے اور میری جانب سے اب ذرا بھی مراعات میرے واسطے مناسب نہیں ہے۔

حسینؑ اُسکے اندازِ گفتگو اور طرزِ عمل کی ان تمام گہرائیوں کو سمجھ رہے تھے۔ وہ ابھی اُس سے اس کی توقع نہیں کرنا چاہتے تھے کہ وہ دنیاوی زندگی کے خیال کو بالکل دل سے نکال دے اور اپنی جان کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کیونکہ اُس کا نفس ابھی خام تھا اور اُس کے پختہ ہونے میں تھوڑا وقفہ تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ باوجود اصحاب میں جوش پیدا ہونے اور جنگ پر آمادہ ہو جانے کے امام نے اُن سب کو روک دیا اور یہ فرمایا کہ "میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا"

اس کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ جب اس نے عملی تصادم نہیں کیا ہے بلکہ سچائی کے ساتھ اپنا معاملہ میرے سامنے رکھ دیا ہے اور صرف زبانی اپنے مقصد کو میرے سامنے پیش کیا ہے تو مجھے عملی طور پر ایسی صورت نہیں لانا چاہیے کہ اس سے اور مجھ سے جنگ در پیش ہو۔

چنانچہ آپ نے آگے بڑھنے کا خیال ترک کیا اور اسی صحرا میں آپ اتر پڑے جہاں کیلئے حر نے کہا تھا۔

کربلا پہونچنے کے بعد حسینؑ کے کربلا میں ٹھہرنے کے بعد حر نے ابن زیاد کو اطلاع دی۔

وہاں سے عمر بن سعد اس مہم کا ذمہ دار بنا کر بحیثیت افسر اعلیٰ کے بھیج دیا گیا۔ حر کی ذمہ داری ختم ہوئی اس کے بعد سے عاشور کے دن تک پھر حر کا کوئی ذکر تاریخ میں نہیں ملتا۔

ذاکرین جو یہ روایت پڑھتے ہیں کہ شبہائے عاشور میں سے کسی شب حر خدمت امام میں حاضری کے لئے آیا جناب عباس طلایہ پھر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر امام کے پاس جانا ہے تو اسلحہ یہیں رکھ دو حر نے انکار کیا اور کہا کہ سپاہی اپنے ہتھیار کسی کے سپرد نہیں کرتا جناب عباس نے فرمایا کہ پھر تو امام کی خدمت میں جا بھی نہیں سکتا اس گفتگو کی آواز امام نے سن لی فرمایا کہ حر کو آنے دو جناب عباس

حکم امام سے مجبور ہوئے حر کو حاضری کی اجازت دی مگر حر کی تلوار کے
قبضہ پہ ہاتھ رکھ دیا اور اس شان سے امام کی خدمت میں لائے"۔

اس کی اصلیت بالکل اس سے مختلف ہے۔ میں نے اس واقعہ
کو "معرکۂ کربلا" (صفحہ ۱۶) میں لکھا ہے۔

آنے والا کثیر بن عبداللہ شعبی تھا طلایہ پھرنے والے ابو ثمامہ صائدی
تھے۔ انھوں نے کہا ہتھیار کھول کر رکھ دو۔ اس نے انکار کیا۔ انھوں نے
کہا اچھا میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہونگا اور اس طرح تجھ کو
لے جاؤنگا۔ اس نے اسے بھی گوارا نہ کیا۔ آخر ابو ثمامہ نے اُسے
خدمت امام میں نہ جانے دیا اور وہ واپس گیا۔ یہ پورا واقعہ وہ ہے
جو اس شکل میں مشہور ہو گیا ہے۔

اس طرح کی روایتیں بہت مشہور ہیں جن کی اصلیت کچھ اور ہے
اور ہم نے اُن میں سے بعض کے متعلق حقیقت کا انکشاف اپنی مختلف
کتابوں میں کیا ہے۔

عاشور کی صبح

عمر سعد نے صبح عاشور حسب لشکر کو ترتیب دیا اور
میمنہ و میسرہ مختلف افسروں کے سپرد کیا تو پھر
قبائل کے اعتبار سے ایک تقسیم کی۔ اس میں حر کو بھی افسری کا عہدہ
دوبارہ ملا۔

عبداللہ بن زہیر بن سلیم ازدی، جماعت اہل مدینہ پر۔ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ حنفی، مذحج و اسد پر، قیس بن اشعث بن قیس ربیعہ کندہ پر اور حر بن یزید ریاحی، تمیم و ہمدان پر افسر مقرر کئے گئے۔[1]

دوسری تاریخ محرم سے دسویں تک، اس آٹھ دن میں حُر کی حالت کیا تھی؟ اسے تاریخ کے اندھیرے پردہ میں رہنے دیجئے۔ اور یہ راز منکشف ہوتا تو کیونکر؟ جبکہ اُس کا کوئی بتلانے والا رہا نہیں۔

لیکن بعد کی صورت حال اور حُر کی گفتگوؤں نے صاف بتلا دیا ہے کہ حر جس وقت سے امام حسینؑ کو کربلا میں پہونچا کر ابن زیاد کو اطلاع دے چکا اُس وقت سے برابر خاموشی کے عالم میں انتہائی عمیق نگاہ سے مگر بےچینی کے ساتھ حالات کا مشاہدہ کرتا رہا۔

اُس نے راستہ ہی میں اس طرح کی سلسلہ جنبانی کی تھی کہ کسی طرح امام حسینؑ اور یزید یا ابن زیاد کے درمیان کچھ خط و کتابت ہو اور معاملات رو باصلاح ہو جائیں۔ اُسے کربلا میں پہونچنے کے بعد بھی یہ توقع تھی کہ درمیان میں کوئی ایسا مشترک نقطہ پیدا ہو جائیگا جہاں امام اور اُنکے مخالف مجتمع ہو جائیں اور جنگ کی صورت پیش نہ آئے۔ اُسے کوفہ سے متواتر فوجیں آنے سے انتشار ضرور پیدا ہوا ہوگا مگر عمر سعد کا

---

[1] طبری جلد ۶ صـ ۲۲۱۔

طرزِ عمل اُس کے لئے امید افزا تھا جو خود صلح کی گفتگو میں کر رہا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ نہ ہو۔

ایسا بھی وقت آیا جب سلسلۂ گفتگو ایک ایسے نقطہ پر پہونچا جہاں عمر سعد تک نے یہ طے کر لیا کہ اب معاملہ یکسو ہو گیا۔ اور مقابلہ کی ضرورت نہیں باقی رہی۔ پھر ایسی صورت میں حر کو یہ سمجھنے کی کیا وجہ تھی کہ جنگ ضرور ہو گی۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ امام کا طرزِ عمل روادارانہ ہے۔ آپ اپنی جانب سے معقول شرائط پیش کر رہے ہیں جن پر صلح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ توقعات تھے جو اُس کے دل میں نویں محرم کی سہ پہر تک قائم تھے اور اُس پر کیا کسی شخص کو اس وقت تک اس امر سے مایوسی کے اسباب نہ پیدا ہوئے تھے کہ صلح نہ ہو گی مگر ۹ محرم کی شام کو یہ سب امیدیں منقطع ہو گئیں ابن زیاد کے اُس خط سے جو شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھ عمر سعد کے پاس پہونچا جس کے بعد عمر سعد مجبور ہوا کہ وہ اُسی وقت امام کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے اور بہت مشکل سے صرف ایک شب کی مہلت عبادتِ خدا کے لئے منظور کرے۔

یقیناً یہ وہ وقت تھا کہ اب حقیقۃً حر کے سامنے امام حسینؑ سے

جنگ اور اُن کے قتل میں شرکت کا سوال پیش تھا اور اب وہ سمجھا کہ میں نے اس کے پہلے جتنے بھی اقدامات کئے وہ ایک مظلوم مقدس ہستی کو فنا کی منزل سے قریب کرنے کے سامان تھے۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور اس کے بعد پھر اب کیا مجھ کو اس سے بڑے اقدامات میں شرکت کرنا چاہئے۔ کیا میں حسین کے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگین کر سکتا ہوں۔
اُس کا ضمیر سختی سے انکار کرتا تھا کہ ہرگز نہیں، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا
اُسے اب سب کچھ یاد آتا تھا کہ حسینؑ وہ انسان تھے جس نے اُس سخت موقع پر مجھے اور میری تمام فوج کو پانی سے سیراب کیا۔ اب اُن پر پانی بند ہے اور میری بدولت جس نے کہ انھیں اس بے آب و گیاہ جنگل میں اترنے پر مجبور کیا۔ اُسے یہ احساس کر کے خود اپنی ہستی سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اس کا تدارک کیا ہے۔ میں حسین کے پاس جا کر اپنی اس خطا کو معاف کراؤں۔ مگر کیا اتنا بڑا جرم دنیا میں معافی کے قابل بھی ہے؟! پھر اگر حسین نے میری خطا کو معاف کیا تو میں کہاں کا رہا۔ نہ دنیا ملی نہ آخرت۔ پھر بھی اُس کا ضمیر کہتا تھا کہ چل کر معافی مانگنا تو چاہئے۔ انھوں نے نہ بھی معاف کیا پھر بھی اپنی امکانی کوشش تو اس دھبے کے اپنے دامن سے مٹانے کی کر لونگا۔ میں جب اپنی جان اُن کے قدموں پر ڈال دونگا تو پھر وہ بھی کریم النفس ہیں کہاں تک

خیال نہ کرینگے۔

یہ خیالات تھے جو اُس کے دماغ میں ایک تلاطم برپا کئے ہوئے ہونگے۔ اور وہ شب عاشور ہی تھی جس کی سیاہی کے بے پایاں سمندر میں اُس کے خیالات کی کشتی تھپیڑے کھا رہی تھی اور کسی مرکز پر ٹھہرتی نہ تھی ہو عالم تاریخ بھی اور رات کا سناٹا ہو اجنگل صفحۂ تاریخ بھی سنسان ہے کون مؤرخ ہے جو اس معرکہ کی داستان قلمبند کرے جو حر کے دل و دماغ میں بپا رہا۔

ہاں البتہ "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" سچا شاعر حقیقت کا ترجمان ہوتا ہے۔ میر انیس علیہ الرحمہ اور اُن کے خاندان کے دوسرے باکمال مرثیہ گویوں نے جس طرح اس رات حر کی حالت کی تصویر کشی کی ہے وہ یقیناً ایک صحیح واقعہ ہے جس کی روایت خاموش فطرت کے واسطہ سے شاعر کے دل تک پہونچی ہے اور واقعات کے قرائن اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔

رات کسی طرح گذری اور صبح ہوئی، حر کو پھر بھی یہ دیکھنا ہے کہ اب کیا ہوتا ہے؟ کیا واقعی جنگ ہی ہوگی یا کوئی اور صورت رونما ہوگی۔ اُس نے انتہائی ضبط و صبر کے ساتھ دیکھا کہ فوج کی ترتیب ہوئی۔ اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ایک حصہ فوج کا افسر قرار دیا گیا ہے۔ اُس نے امام کا بہ نظر

اور مؤثر خطبہ سنا جس نے اُس کے دل کے تاثرات میں اور اضافہ کر دیا۔ مگر
پھر اُس نے انتظار کیا کہ اس کا اثر مخالف فوج پر کیا پڑتا ہے۔ اُس نے
دیکھا کہ زہیر بن قین نے بڑھ کر تقریر شروع کی اور ناصحانہ انداز میں اہل کوفہ
کو مخاطب کیا، ان تمام باتوں کے بعد بھی اُسے احساس ہوا کہ فوج ابن زیاد
جنگ پر آمادہ ہے اور اُس کے ارادوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے۔

بس اب حُر کے ضبط و صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ اور وہ خیال جو اُس کے
دل میں پرورش پا رہا تھا اب رازداری کے حدود سے آگے بڑھ گیا

عمر سعد سے گفتگو

حر آیا عمر سعد کے پاس کہا[1]
أمقاتل أنت هذا الرجل "کیا تم ان سے واقعی جنگ کرو گے؟"

یہ سوال اپنے اندر ان سب قلبی کیفیتوں کو مضمر رکھتا ہے جن
کی تشریح کے لئے میں کئی صفحے سیاہ کر چکا ہوں۔

اُسے یقین آنے کے قابل بات ہی نہیں معلوم ہوتی کہ فرزند رسول
سے جنگ عملی شکل بھی اختیار کرے گی۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ آثار و قرائن
کو جنگ کے قطعی پا رہا ہے۔ مگر پھر بھی اس کی آرزو رکھتا ہے کہ یہ سب نمائشی ہو
اور اس میں حقیقت بالکل نہ ہو

عمر سعد اُس کے ضمیر کے اندرونی کیفیات سے بالکل بیگانہ نہ تھا

[1] تاریخ طبری ج ۶ صـ ۲۴۴۔

اُس نے افسرانہ انداز میں بڑے اطمینان کے ساتھ کہا:۔

ای واللّٰہ قتالا ایسرہٗ ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی

"ہاں ہاں بخدا ایسی جنگ جس کا انتہائی کم نتیجہ یہ ہو کہ سروں کی بارش ہو اور ہاتھ کٹ کٹ کر زمین پر گرتے ہوں"۔

حر نے کہا افما لکم فی واحدۃ من الخصال التی عرض علیکم رضا۔

"کیا اتنے مطالبے جو حسینؑ نے پیش کئے ان میں سے کوئی تم لوگوں کے نزدیک منظوری کے قابل نہیں ہے"۔

دیکھا آپ نے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صلح کی گفتگو کو پوری غور سے نتیجہ کی جستجو کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور اُسے یقین تھا کہ حسینؑ کے مطالبات ضرور مان لئے جائینگے۔

عمر سعد نے کہا واللّٰہ لو کان الامر الیّ لفعلت لکنّ امیرکؑ قد ابیٰ ذلکؑ

"خدا کی قسم اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا لیکن کیا کروں کہ تمھارا حاکم (ابن زیاد) نہیں مانتا"۔

عمر سعد کے جواب میں خود کمزوری تھی، اُسکا مضمون حر کی رائے اور خیال کو اور تقویت دینے والا تھا۔ وہ تسلیم کر رہا تھا کہ حسینؑ کا مسلک صلح پرورانہ ہے مگر ابن زیاد کی ضد حسینؑ کے قتل ہی کی طالب ہے۔

اس کے بعد حر کچھ گفتگو کرنا بیکار سمجھا۔ اور اب وقت آگیا تھا کہ وہ اُس

اپنے فیصلہ کو جو بہت مشکل سے اُس کے دل و دماغ کی جنگ سے طے پایا تھا عملی لباس پہنائے۔

فوج مخالف سے علیحدگی

حر کو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ اگر فوج سے نکلنے کے پہلے یہ اطلاع ہو جائے کہ میری نیت میں کچھ تبدیلی ہو رہی ہے تو مجھے یہیں گرفتار کر لیا جائیگا اور میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونگا۔ اس لئے وہ اس وقت بہت احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اُس کے قبیلہ کا ایک شخص قرہ بن قیس اُسکے ساتھ تھا حر کو اُسکا رہنا ناگوار ہو رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح میرے پاس سے ٹل جائے مگر کچھ پتہ نہ تھا۔ آخر اُس نے کہا "قرہ آج تم نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا"۔ اُس نے کہا "نہیں ابھی نہیں"۔ کہا "پھر پلاؤ گے نہیں"۔

انسان کا چہرہ، اُس کی بات چیت، اُس کے چہرہ کا رنگ سب ہی اُس کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں۔ حر لاکھ چھپائے مگر دل کا اضطراب چھپنے کی چیز نہیں۔ قرہ کچھ نہ سمجھا، اتنا تو سمجھ لیا کہ یہ مجھے اپنے پاس سے ٹالنا چاہتے ہیں اور چونکہ وہ سنجیدہ شخص تھا (ملاحظہ ہو معرکہ کربلا" صـ۱) اس لئے وہ ہٹ گیا۔

حر نے اپنے خیال میں بڑی فتح حاصل کی۔ اُس نے آہستہ آہستہ گھوڑا اپنا فوج امام کی طرف بڑھانا شروع کیا۔

اُس کا دل دھڑک رہا ہوگا، اُس کے سینہ میں طوفان بپا ہوگا
وہ سمجھتا تھا اب میں کہیں اور ہوں مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ میں دنیا
سے علیحدہ ہوں۔

اس وقت کسی کا ٹوک دیا! مہاجر بن اوس، اُسی کے قبیلہ کا شخص
اُس نے کہا۔

"کیوں حر! کیا ارادہ ہے؟ کیا حملہ کرنا چاہتے ہو؟"

وہ چونک پڑا "حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حر اسکا کیا جواب دیتا۔

اُس نے پھر بھی پردہ داری کی کوشش کی۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر
جسم میں لرزہ سا پیدا ہو گیا۔

راز فاش تھا، مہاجر نے کہا "حر تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ میں نے
تو تمھاری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی۔ مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوفہ میں سب سے
زیادہ بہادر کون ہے تو تمھارے سوا کسی کا نام نہ لیتا۔ مگر اس وقت
میں تمھاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں۔ یہ آخر ہے کیا؟"

یہ شجاعت پر حملہ تھا حر اس غلط فہمی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔
اُس نے چھپانے کی مہم میں اپنی شکست کا احساس بھی کر لیا اس لئے
انکشاف کر دینا چاہا، کہا

"میرے سامنے اس وقت جنت و دوزخ کا سوال ہے" ——— وہ

کہہ رہا تھا اور الفاظ کی رفتار کی ساتھ دل کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔
"میں تو جنت پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھونگا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں
اور آگ میں جلا دیا جائے"۔

اب دیر کا موقع نہ تھا۔ یہ کہتے ہی اُس نے گھوڑے کو چابک لگایا اور
لشکر امام حسینؑ کی طرف پہونچ گیا۔[۱]

عفو گناہ

حرؑ کو اندیشہ تھا کہ اُس کے اس بے تحاشا گھوڑا اڑائے ہوئے
آنے سے انصار امام میں دہشت نہ پیدا ہو۔ اور کہیں اسکی
مزاحمت کی جائے اس لئے اُس نے لشکر امام کے قریب پہونچتے ہی اپنی
سپر پلٹ کر ہاتھ میں لے لی۔[۲]

یہ عرب کے دستور کے مطابق تھا۔ جب کوئی حملہ آور ہوتا تو اُسکے ہاتھ میں تلوار
کھنچی ہوئی ہوگی سپر حفاظت کیلئے سامنے ہوگی لیکن اگر وہ تلوار کو نیام میں رکھ لے
سپر کو الٹا کرلے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ امان کا طالب ہے یا کچھ پیام لا رہا ہے حرؑ
نے اپنی سپر اس طرح ہاتھ میں لے کر گویا یہ بتلا دیا کہ میں طالب امان ہو کر
آرہا ہوں جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔[۳]

حرؑ کے اس اچانک آنے سے سب لوگ متعجب ضرور ہونگے اور چشم براہ
ہونگے کہ یہ آکر کیا کہتا ہے۔ وہ سیدھا امام کے سامنے آیا۔ کہنے لگا:۔

---

[۱] طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۴ [۲] ابصار العین صفحہ ۱۱۹ [۳] ابصار العین صفحہ ۱۲۰

"میری جان آپ پر فدا۔ اے رسول کے فرزند میں وہی گنہگار ہوں
جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا، راستہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہا
اور آپ کو اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا" ـــــ یہ وہ فرد قرار داد جرم ہے جو
اُس کے ضمیر نے خود اپنے خلاف مرتب کر لی تھی ـــــ "قسم اُس خدائے
برحق کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ مجھے یہ گمان ہرگز نہیں تھا
کہ یہ لوگ آپ کے تمام شرائط کو جو آپ پیش کرینگے مسترد کر دینگے اور نوبت
یہاں تک پہنچے گی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ کیا حرج ہے میں
کسی حد تک ان لوگوں کا ساتھ دوں اور معلوم نہ ہو کہ میں ان کی اطاعت
سے باہر ہوں۔ پھر یہ لوگ اُن شرائط کو تو قبول کر ہی لیں گے جو امام حسینؑ
ان کے سامنے پیش کرینگے۔ بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ یہ لوگ ان شرائط کو آپکے
منظور نہیں کرینگے تو میں کبھی آپ کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار نہ کرتا۔ اچھا اب میں
حاضر ہوا ہوں انتہائی شرمسار توبہ کرتا ہوا اپنے گناہ سے خدا کی بارگاہ
میں اور آپ کا شریک مصیبت ہو کر اپنی جان کے ساتھ یہاں تک کہ آپکے
قدموں پر مر جاؤں۔

کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائیگی؟"

حُر نے اپنے جرائم خود ہی پیش کر دیئے تھے۔ اُس نے اپنی صفائی میں
اسباب بھی وہ پیش کئے تھے جو حقیقت کے مطابق تھے اور جن پر شروع سے اُسکا

طرزِ عمل صاف طور پر منطبق تھا، وہ معلوم ہوتا تھا کہ واقعی بےچین ہی اور اپنے جرم کے احساس سے مضطرب ہے۔

یہ موقع اس کا نہیں ہو کہ امام کسی طول طویل تقریر کے ساتھ اُس کی بات کا جواب دیں۔ آپ کو اُسے مطمئن کرنا چاہئیے فوری طور پر ــــ آپ نے بلاتوقف فرمایا۔

"ہاں ہاں۔ خدا تمھاری توبہ قبول کریگا اور تمھیں بخش دیگا" ــــ ذرا اپنا نام تو بتاؤ"۔

یہ بشارت دینے کی تمہید ہی۔ اسم سے مسمّٰی کی مطابقت دکھلانا ہی اُس نے کہا "حر بن یزید" - فرمایا "انت الحر کما سمتک امک انت الحر ان شاء اللہ فی الدنیا والاخرۃ" "تم حر ہو (آزاد) اُسی طرح جیسے تمھاری ماں نے نام رکھا ہی۔ تم آزاد ہو انشاءاللہ۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی"۔

"گھوڑے سے تو اترو" حر نے کہا "میں آپ کی نصرت میں گھوڑے پر سوار رہوں بہتر ہے اس سے کہ نیچے اتروں۔ بس ایک تھوڑی دیر ان سے جنگ کروں پھر تو (مرکر) گھوڑے سے نیچے اترنا ہی ہو"۔

امام نے دیکھا کہ حر کو ولولہ جہاد کا ہے۔ فرمایا فاصنع رحمک اللہ مابدا لک۔

"اچھا تمھاری خوشی جو ہو وہ کرو ــــ خدا اپنی رحمت تمھارے

شائل حاصل کرے۔ [۱]

حُر کی پُرجوش تقریر

وہ ضبط بہت کرچکا تھا، اب وقت تھا کہ اُسکے خیالات کا کوہ آتش فشاں شگافتہ ہو، اُسکی چنگاریاں اڑیں اور شعلے بلند ہوں۔

حر نے اہل کوفہ کی فوج کے سامنے آکر تقریر شروع کی۔

"اے کوفہ والو! تمھاری مائیں تمھارے غم میں روئیں، تم نے اس بزرگوار کو بلایا اور جب وہ آیا تو تم نے اُسے دشمن کے سپرد کر دیا۔ تم نے خیال ظاہر کیا تھا کہ تم اُن پر جان نثار کرو گے پھر تم نے خود اُن پر چڑھائی کر دی اور اُن کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ تم نے اُن کے نفس کے آمد و شد کو مسدود کر رکھا ہے اور گلا گھونٹنے پر آمادہ ہو اور چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا ہے۔ تم نے ان کو خدا کی چوڑی چکلی زمین میں جدھر وہ امن کا راستہ پائیں جانے سے روک دیا ہے اور وہ تمھارے ہاتھ میں قیدی کی طرح سے ہو گئے ہیں اور بے بس ہیں۔ اور تم نے اُن کو، اُن کے اہل حرم اور بچوں کو اور اُن کے اصحاب کو فرات کے بہتے ہوئے پانی سے روک دیا ہے۔ وہ پانی جس کو یہودی اور مجوسی اور نصرانی تک پیتے ہیں اور عراق کے سور کتے تک اس میں جا کر لوٹتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہیں کہ ان کو پیاس نے جاں بلب کر رکھا ہے۔

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۴

کیا بُرا ہے وہ سلوک جو تم نے محمد مصطفےٰ ص کے بعد اُن کی اولاد کے ساتھ کیا ہے۔ خدا تم کو اُس شدت کی پیاس والے دن سیراب نہ کرے۔ اگر تم ابھی آج، اسی دم توبہ نہ کرلو اور اپنے طرزِ عمل سے پشیمان ہو کر باز نہ آجاؤ۔"

دشمن کو تقریرِ حر کی ناگوار تھی۔ کچھ پیادوں نے فوج کے حملہ کیا۔ تیر چلائے حر نے تقریر موقوف کردی۔ جنگ باقاعدہ شروع نہ ہوئی تھی اس لئے وہ آکر امام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ۱؎

اذنِ جہاد

لڑائی شروع ہو چکی۔ عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں ایک کارنمایاں کر چکے یعنی ابن زیاد کے دو غلام یسار و سالم انکے ہاتھ سے قتل ہوئے جس کے نتیجہ میں وہ کچھ زخمی بھی ہوئے۔ ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو گئیں۔ اُس وقت حر کو خیال ہوا کہ میں تاخیر کر رہا ہوں۔ کسی ناصرِ امام کو مجھ سے پہلے قتل نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ پہلے مجھ ہی کو جاں نثار کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"فرزند رسول میں سب سے پہلے آپ سے لڑنے کو آیا تھا لہذا اب مجھے اجازت دیجئے کہ سب سے پہلے میں ہی آپ کے سامنے قتل ہوں اور آپ کے جد بزرگوار سے جا کر دست بوسی کروں۔"

ان الفاظ کے متعلق جو ایک بحث پڑ گئی ہے وہ میں نے "محاربۂ کربلا"

۱؎ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۵

(صفحہ ۱۱-۱۲) میں لکھی ہے۔

میں نے کہا ہے کہ حر کے الفاظ بالکل حقیقت پر محمول ہیں حر کی اس اجازت جہاد کے پہلے ہرگز کوئی شخص شہید نہیں ہوا تھا۔ حر نے اجازت اسی خیال سے مانگی کہ وہ جاکر لڑینگے اور شہید ہونگے تو اس صورت سے اول شہید قرار پائیں گے۔ امام نے اجازت دی اور حر میدان جنگ میں آئے۔

رجز — حر کی زبان پر یہ اشعار رجز میں جاری ہوئے۔

انی انا الحرّ ومأوی الضّیف — اضرب فی اعناقکم بالسّیف

عن خیر من حل بارض الخیف — اضربکم ولا اری من حیف

"میں حر ہوں اور مہمانوں کا پناہ دینے والا ہوں۔ میں تمھاری گردنوں پر تلوار چلاؤنگا اس امام کی جانب سے جو سرزمین مکہ کا سب سے بہتر رہنے والا ہے۔ میں تمکو تلواریں لگاؤنگا اور ذرا بھی اس کو ظلم نہیں سمجھونگا"۔

حملہ اور جنگ — اس رجز کے بعد حملہ کر دیا، اور شمشیر زنی شروع کی اسوقت جب حر لشکر سے جدا ہو کر امام حسین سے جاکر ملا ہی تو بنو حارث بن تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام "یزید بن سفیان" تھا یہ کہا کہ بخدا اگر میں دیکھ لیتا حر کو اس وقت جب وہ نکل رہا تھا تو ایک نیزہ میں اسکا کام تمام کرتا اب جبکہ حر تن تنہا اتنی بڑی فوج میں جنگ کر رہا تھا، آگے بڑھ بڑھ کر تلوار لگا رہا تھا اور عنترہ کا یہ شعر اس کی زبان پر تھا۔

ما زلت ارمیهم بثغرۃ نحرہ　　　ولبانہ حتی تسربل بالدم

"میں برابر اُن کے اوپر پھینکتا رہا اپنے گھوڑے کی گردن اور اُس کے سینہ کو یہاں تک کہ اُس گھوڑے نے سر سے پاؤں تک خون کی چادر میں اوڑھ لیں"

یہ شعر بالکل اُس کے حسبِ حال تھا کیونکہ اُسکا گھوڑا زخمی ہو چکا تھا اُس کے سر و چہرہ پر تلواریں پڑی تھیں اور خون بہہ رہا تھا۔ اس وقت حصین بن تمیم اُس قادسیہ والی فوج کے افسر نے جس کا حر پہلے ماتحت تھا یزید بن سفیان سے کہا کہ دیکھو حر یہی تو ہے جسے قتل کرنے کی تم آرزو رکھتے تھے"۔ اُس نے کہا "اچھا" یہ کہکر وہ باہر نکلا اور آواز دی "حر بن یزید! کیا مقابلہ منظور ہے؟" حر نے کہا "ہاں ضرور" یہ کہکر سامنے آگئے۔ خود حصین کا قول بیان کیا گیا ہے کہ بس یہ معلوم ہوا جیسے یزید کی جان حر کے قبضہ میں تھی۔ دم کے دم میں قتل ہو گیا [۱]

یہ ایسا پر ہیبت منظر تھا کہ دشمن کا پرا بند ہو گیا اور حر کے مقابلہ کو پھر کوئی نہیں نکلا۔ آخر حر اپنے گھوڑے کو جو زخمی ہو چکا تھا موڑ کر اپنے مرکز کی جانب واپس آگئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حر سب سے پہلے شہید ہیں اس کی بنیاد اُن کی طلب رخصت والے الفاظ پر ہے۔

---

[۱] طبری جلد ۶ ص ۲۴۸

مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ اس حملہ میں شہید نہیں ہوئے۔ اُن کے پہلے وہ تمام لوگ شہید ہوئے جن کا تذکرہ اس سے پہلے "حصہ اول" میں ہو چکا ہے۔

جنگ مغلوبہ میں شرکت

ظہر کے قریب جب فوج دشمن نے تیروں کا مینہ برسایا اور ادھر سے اصحاب امام حسینؑ نے بھی مجموعی حیثیت سے تلواریں کھینچ کر حملہ کر دیا یہی وہ عظیم جنگ ہے جو تاریخ میں حملۂ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔[۱]

اس جنگ میں حرؑ نے بھی حصہ لیا اور اُن کا گھوڑا جو اس کے پہلے زخمی ہو چکا تھا اس موقع پہ پے ہو گیا اور وہ مثل تمام اصحاب امام حسینؑ کے جن کے گھوڑوں کا اس حملہ میں خاتمہ ہو گیا تھا پیادہ ہو گئے جس کا تذکرہ اُن کے دشمن ایوب بن مشرح حیوانی نے اس طرح کیا ہے کہ:۔

میں نے حرؑ بن یزید کے گھوڑے کو تیر لگایا جس سے وہ تھرّا کر منھ کے بھل گرا حرؑ چھلانگ مار کر زمین پر آئے معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر ہے۔ اور تلوار ان کے ہاتھ میں تھی وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ان تعقروا بی فانا ابن الحرّ اشجع من ذی لبد ھزبر

"میں ایک شریف کا فرزند ہوں اور شیر سے زیادہ شجاعت کا مالک ہوں"

جنگ کا یہ عالم تھا کہ (راوی کہتا ہے) میں نے کوئی اس طرح کا شمشیر زن

---

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "معارکۂ کربلا" صفحہ ۲۵ - ۲۷

کرنے والا نہیں دیکھا۔[1]

اس جنگ مغلوبہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور حر اس موقع پر بھی شہید نہیں ہوئے۔

آخری جنگ اور شہادت

دوپہر ڈھل چکی، نماز ظہر کا وقت آیا اور ابوثمامہ صائدی نے امام سے نماز جماعت کے لئے کہا امام کی جانب سے فوج مخالف سے مہلت نماز کی درخواست کی گئی اور اس کا جواب ناگوار ملا جس پر حبیب بن مظاہر کو تاب نہ رہی اور انھوں نے حملہ کر دیا۔ آخر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس کا اثر جو امام پر ہوا وہ بھی آپ حصہ اول میں پڑھ چکے۔

کہاں حر کا وہ ارادہ کہ سب سے پہلے شہادت کا درجہ وہ حاصل کرے اور کہاں اتنی تاخیر کہ حبیب بن مظاہر ایسا مخصوص امام کا ساتھی شہید ہو جائے اور حر باقی رہے۔

امام کے چہرہ پر شکستگی کے آثار نے بھی اصحاب کے دل پر خاص اثر کیا، حر نے اب مضبوط ارادہ کر لیا کہ وہ اب اپنی منزل مقصد پر پہونچ جائے، اس نے یہ رجز پڑھی

البت لا اقتل حتی اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰

اضربهم بالسیف ضربا مقصلا   لا ناکلا عنهم ولا مهللا

"میں قسم کھاتا ہوں کہ قتل نہ ہونگا جب تک دشمنوں کو قتل نہ کر لوں اور مارا نہ جاؤں گا مگر پیش قدمی کی حالت میں میں آج تلواریں لگاؤنگا فیصلہ کن تلواریں، نہ میرے قدم پیچھے ہٹیں گے اور نہ کمزوری کا اظہار ہوگا۔"

کبھی یہ شعر پڑھتے تھے :۔

اضرب فی اعراضهم بالسیف   عن خیر من حل منی والخیف

"میں شمشیر زنی کرونگا اس بہترین انسان کی جانب سے جس نے سرزمین حرم میں کبھی قیام کیا۔"

معلوم نہیں امام کا اشارہ تھا اور حر کا خیال یا خود اپنی جانب سے کہ زہیر بن قین نے حر کے ساتھ مل کر جہاد شروع کیا، حالت یہ تھی کہ جب ایک گھر جاتا تھا تو دوسرا بڑھکر اُسے چھڑانے کی کوشش کرتا تھا۔ تھوڑی دیر یہی صورت قائم رہی۔ لیکن اسکے بعد پیادوں کی فوج نے حر کو سختی سے گھیر لیا۔ اور زہیر کی مدافعت ناکام ہوئی آخر حر قتل ہو گئے [۱]

امام کی قدر افزائی

امام نے اپنے اس ناصر کی یہ قدر کی کہ جب اُس کی لاش میدان سے اٹھا کر لائی گئی اور حضرت کے سامنے رکھی گئی تو آپ خاک و خون حر کے چہرہ سے

---

[۱] طبری جلد ۶ صـ ۲۵۲

صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے :۔

انت الحر کما سمتک امک وانت الحر فی الدنیا وانت الحر فی الاخرة

"تم بیشک حر ہو تمہاری والدہ نے تمہارا نام حر بہت ٹھیک رکھا تھا۔ تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی حر"

یہی الفاظ ہیں جو آپ خود حر سے اُس کی زندگی میں ارشاد فرما چکے تھے اور یہی اُس کی لاش پر بھی آپ نے کہے۔

امام کا سلام

زیارت شہدا میں جو تحفۃ الزائر میں مذکور ہے حر پر بھی سلام موجود ہے (السلام علی الحر بن یزید الریاحی)

کیا کہنا حر کی اس سعادت شہادت کا جس نے اُس کو سلام امام کا مستحق بنا دیا۔

معتبر کتابوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حر کے ساتھ اُس کا فرزند، غلام یا بھائی بھی تھا لیکن سپہر کاشانی نے بعض غیر معروف کتابوں سے اسکو نقل کیا ہے :۔

"حر روئے با پسر خود علی کرد و گفت اے فرزند بر این قوم ستمگار تیر اندازی کن و چندانکہ توانی داد جہاد بدہ پسر حر اسپ برانگیخت و بسیار کو فیاں را از پا در افگند کوفیاں او را در پردہ افگندند و بزخم ضرب داوند و شہید شد ساختند

مسطور است کہ پسر حر بیست و چہار کس از مشرکین را مقتول ساخت و ابو مخنف گوید ہفتاد کس بکشت آنگاہ مقتول گشت، حر از شہادت فرزند عظیم شاد شد و قال الحمد للہ الذی رزقک الشہادۃ بین یدی مولانا الحسین بن امیر المؤمنین علیہما السلام۔ ۵۱

"شرح شافیہ" جس کا حوالہ دیا گیا ہے بالکل مجہول ہے۔ ابو مخنف کی اصل تاریخ اگر دستیاب ہوتی تو وہ بہت کچھ معتبر بھی جا سکتی تھی مگر افسوس ہے کہ اس اصل تاریخ کا وجود نہیں ہے اور ابو مخنف کا نام عام تاریخوں میں اس طرح لیا جانے لگا ہے جیسے مقامات حریری میں "حارث بن ہمام"

زیارت شہدا میں بھی حر کے فرزند کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی لئے مصنف ابصار العین نے بھی انصار حسین میں فرزند حر کا تذکرہ نہیں کیا اور میں بھی اس اضافہ سے قاصر ہوں۔

تاریخ "روضۃ الاحباب" میں جو محدث جمال الدین اصفہانی کی تصنیف ہے حر کے بھائی مصعب بن یزید ریاحی کا بھی تذکرہ ہے اور لکھا ہے کہ جب حر میدان جنگ میں آیا اور رجز پڑھنے لگا تو اس کا بھائی مصعب جو ابھی لشکر عمر سعد میں تھا گھوڑا دوڑا کر آگے بڑھا فوج والے سمجھے کہ وہ اپنے بھائی کے مقابلہ کو جاتا ہے جب قریب آیا تو اس نے حر کی تعریف کی اور

۵۱ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۰

کہا کہ آپ نے مجھے بھی ہدایت کا راستہ دکھلا دیا، میں بھی توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ حر اُس کو امام کی خدمت میں لائے اُس نے توبہ کی اور اصحاب امام کی صف میں کھڑا ہو گیا[۵۱]

حر کی شہادت کے بعد مصعب نے اجازت جہاد حاصل کی اور جنگ کر کے شہید ہوئے[۵۲]

(۲)

(۶۵) سعید بن عبد اللہ حنفی

کوفہ کے معزز شیعوں میں سے تھے اور شجاعت اور عبادت کی صفت سے موصوف تھے۔

نمایندگی جب اہل کوفہ نے جلسہ کر کے امام حسینؑ کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا تو حضرت کے نام پہلا خط عبد اللہ بن سبیع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ بھیجا گیا، پھر دو دن کے عرصہ میں ۵۳ عرضداشتیں مختلف اشخاص کی طرف سے لکھی گئیں، وہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کدن ارحبی اور عمارۃ بن عبید سلولی کے ہاتھ روانہ کی گئیں، سب کے آخر میں ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

"جلدی تشریف لائیے، لوگ آپ کے منتظر ہیں، بہت جلدی کیجئے"۔ یہ خط

---

۵۱ ناسخ ج ۶ ص ۲۶۶۔ ۵۲ ناسخ ج ۶ ص ۲۶۲۔

ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ روانہ کیا گیا[1] یہ شیعیان کوفہ کی طرف کا سب سے آخری وفد تھا۔ اس کے علاوہ ایک خط شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر وغیرہ کا تھا جس کا مضمون تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں میوے رسیدہ ہیں چشمے پر آب ہیں اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہے۔

اس خط کی نوعیت پر ہم نے امامیہ مشن کی سب سے پہلی کتاب میں مفصل تبصرہ کیا ہے[2]

مؤلف ابصار العین نے دھوکا کھایا ہے کہ انھوں نے سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ جانے والا خط یہی قرار دیا ہے جو شبث بن ربعی وغیرہ کا بھیجا ہوا تھا[3]

حضرت سید الشہداء نے ان خطوط کا جواب ان ہی دونوں نمایندوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک سعید بن عبداللہ حنفی تھے آپ کے خط میں انکے نام کا حوالہ بھی مذکور تھا۔ آپ نے لکھا تھا[4]

من حسین بن علی الی الملأ من	یہ خط ہے حسین بن علی کا جماعت مومنین و مسلمین
المؤمنین والمسلمین اما بعد فان	کی طرف، ہانی اور سعید میرے پاس تمہارے خطوط
هانئا وسعیدا قدما علیّ بکتبکم و	لے کر وارد ہوئے اور یہ دونوں سب سے آخری تمہارے

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۷۔ [2] قاتلان حسین کا مذہب طبع چہارم صفحہ ۶۶ — ۶۹۔ [3] ابصار العین صفحہ ۱۲۵

[4] طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۷

کانما اخرمن قدم علی من رسلکم — نمایندے تھے جو میرے پاس پہونچے ہیں نے تمھارے
وقد فہمت کل الذی اقتصصتم الخ — خطوط کو دیکھا اور ان کے مضمون پر مطلع ہوا۔

اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ میں تمھاری جانب اپنے چچازاد بھائی اور معتمد عزیز مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ یہ تمھارے حالات سے مجھکو مطلع کرینگے۔"

دونوں آدمیوں کو اس خط کے ساتھ حضرت مسلم کے آگے روانہ کیا اور قیس بن مسہر اور عبدالرحمن اس کے بعد مسلم کی ہمراہی میں روانہ ہوئے لے

جلسہ میں تقریریں — جب حضرت مسلم کوفہ میں وارد ہوئے اور مختار کے مکان میں فروکش ہوئے اور شیعیان کوفہ آپ کے پاس مجتمع ہوئے اور آپ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا جس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں آئیگی اور حبیب بن مظاہر نے اُس کی تائید کی جس کا تذکرہ اُن کے حالات میں آچکا ہے ؎

اس کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور انھوں نے تائید کی ان سب تقریروں کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم دوسروں کے ذمہ دار نہیں مگر اپنی جانب سے ہر طرح امداد کے لئے تیار ہیں ؎

اس کے بعد — جب جناب مسلم کے لئے حالات میں انقلاب ہوا اور جنگ کی صورت پیش آئی، تو کوئی تذکرہ سعید بن عبداللہ

لے ابصار العین صفحہ ۱۳۶ ۔ ؎ شہدائے کربلا حصہ اول صفحہ ۱۰۱ ۔ ؎ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۹

کا دکھلائی نہیں دیتا۔ "ابصار العین" میں ہے کہ حضرت مسلم نے آپ کو خط دے کر امام حسین کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کے بعد وہ امام ہی کے ساتھ رہے [1]

ممکن ہے جناب مسلم نے متعدد خطوط لکھے ہوں کیونکہ ایک خط کا تذکرہ عابس بن ابی شبیب شاکری کے حالات میں آئیگا کہ وہ لیکر امام کے پاس گئے تھے۔

امام کا خطبہ اور اس کا جواب

شب عاشور جب امام حسین نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے سب کو اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ ان لوگوں کو مجھ سے کام ہے تم سے نہیں ہے" تو سے سنکر پہلے تو بنی ہاشم نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا پھر انصار کی نوبت آئی تو مسلم بن عوسجہ نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں پیش ہو چکی ہے۔ [2]

اس کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور یہ جوش و ولولہ سے بھرے ہوئے الفاظ کہے:۔

واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ — خدا کی قسم ہم آپکا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑینگے جب تک کہ

انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ — خدا کے سامنے سبکدوش نہ ہوں اُس ذمہ داری کے

فیک واللہ لو علمت انی اقتل — جو رسول اللہ کے بعد ہم پر آپ کے متعلق عائد ہوئی ہے

[1] ابصار العین صفحہ ۱۲۶ [2] شہدائے کربلا حصہ اول صفحہ ۱۱

ثمّ احیا ثمّ احرق حیّا	بخدا اگر میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر جیتے جی
ثمّ اذرّ یفعل ذلک	جلا دیا جاؤں پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائے
بی سبعین مرّۃ ما فارقتک	اور یہی میرے ساتھ ستّر مرتبہ سلوک ہو تب بھی میں
حتی القی حمامی دونک	آپ سے جدا نہ ہونگا یہانتک کہ آخری موت مجھ کو آپکے قدموں
فکیف لا افعل ذلک و انّما هی	پر آئے پھر ایسا میں کیونکر نہ کرونگا جبکہ یہ صرف ایک دفعہ
هی قتلۃ واحدۃ ثم هی الکرامۃ التی	کا قتل ہونا ہے اور پھر وہ عزت ہے جو کبھی ختم
لا انقضاء لہا.	ہونے والی نہیں۔

نمازِ ظہر

نماز کا وقت آچکا تھا، اسی کی مہلت مانگنے کے سلسلہ میں حبیب بن مظاہر درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور اسکے بعد بھی جنگ ملتوی نہیں ہوئی اور مہلت نہیں دی گئی۔ ایسے موقع کے لئے شرع نے نمازِ خوف کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ فوج کے دو حصّے ہو جائیں ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کرے اور دوسرا نماز میں شرکت کرے، امام نماز کو طول دے یہانتک کہ پہلا حصّہ اپنی نماز کو تخفیف کے ساتھ تمام کرکے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو تو پہلا حصّہ فوج کا آکر نماز میں شریک ہو۔

امام نے اپنی اُس مختصر فوج کی تقسیم اسی طرح کی۔ علّامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے۔

قال الحسین لزهیر بن القین و	امام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے

سعید بن عبداللہ تقدما امامی حتی اصلی الظہر فتقدما امامہ فی نحو من نصف اصحابہ حتی صلی بہم صلوٰۃ الظہر

فرمایا کہ تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ میں نماز ظہر پڑھوں۔ یہ دونوں اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرتؑ نے نماز خوف ادا کی۔

بے مثال جانبازی اور شہادت

ظہر کی نماز کے بعد جنگ شدت کے ساتھ ہونے لگی۔ دشمن کی فوج آگے بڑھتی ہوئی امام سے بہت نزدیک آگئی اس موقع پر سعید بن عبداللہ نے عجب طرح جاں نثاری کے فرض کو انجام دیا۔ وہ امام کے سامنے سپر بنکر کھڑے ہوگئے اور جو تیر داہنے یا بائیں طرف سے آتا تھا اُسے وہ اپنے جسم پر لینے لگے یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے زمین پر گرے اور جان بحق تسلیم ہوئے [1]

اسی بے مثال وفاداری اور جان بازی کا نتیجہ ہے کہ زیارت شہداء میں اُن پر ممتاز الفاظ میں سلام کیا گیا۔

السلام علی سعید بن عبداللہ الحنفی القائل للحسینؑ قد اذن لی فی الانصراف لا واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہؐ فیک واللہ لو اعلم

سلام سعید بن عبداللہ حنفی پر جنھوں نے حسینؑ سے کہا اُس وقت جب آپ نے انھیں واپس جانے کی اجازت دی کہ خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑینگے جب تک خدا جان لے کہ ہم نے رسول اللہ کے بعد آپ کے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کردیا۔

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۵۲

انّی اقتل ثم احییٰ ثمّ احرق	بخدا اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہونگا پھر زندہ کیا جاؤنگا
ثمّ ابعث حیّاً ثم اقتل ثم احرق	پھر جلایا جاؤنگا پھر زندہ ہونگا پھر قتل ہونگا پھر جلایا
ثمّ اذریٰ و یفعل ذلک	جاؤنگا پھر میری خاک ہوا میں منتشر کردی جائیگی یہی
بی سبعین مرّة مافارقتک	میرے ساتھ ستر مرتبہ ہوگا تب بھی میں آپ سے جدا نہ
حتّی القیٰ حمامی دونک	ہونگا جب تک آخر میں آپ ہی کے قدموں پر موت
وکیف افعل ذلک	آئے پھر میں اس وقت کیونکر آپ کا ساتھ چھوڑدوں
وانّما ھی موتة او قتلة	جبکہ یہ ایک دفعہ کا مرنا یا قتل ہونا ہے پھر وہ عزت
واحدة ثم ھی الکرامة التی لا	ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں"۔ بیشک تم نے جان
انقضاء لھا ابداً فقد لقیت حمامک	دی اور امام کے ساتھ جاں بازی کا فرض انجام دیا۔
وواسیت امامک ولقیت من الکرامة	اور بہشت کی عزت کو حاصل کیا۔ خدا ہم کو تمہارے
فی دار المقامة حشرنا اللہ معکم فی	ساتھ شہداء کے زمرہ میں محسوب کرے اور بلند ترین درجات
المستشھدین ورزقنا مرافقتکم فی اعلی علیین	آخرت میں تمہاری رفاقت نصیب کرے۔

ابن شہر آشوب نے سعید بن عبداللہ کی شہادت کو عام طور پر مبارز طلبی کے عنوان سے لکھا ہے، وہ کہتے ہیں حجاج بن مسروق کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی جنگ کی اور شہید ہوئے۔[1]

---

[1] مناقب طبع بمبئی ج ۴ ص ۹۵

(۶۶) زہیر بن القین بن قیس البجلی

ابتدائی حالات اشراف عرب میں سے کوفہ کے باشندہ۔ بہادر تھے اور لڑائیوں میں شریک ہو چکے تھے۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کے بعد سے مسلمانوں میں "عثمانی" اور "علوی" کے نام کی تفریق پیدا ہو گئی تھی۔ جو لوگ امیر معاویہ کے طرفدار تھے اُن کو "عثمانی" کہا جاتا تھا۔ اور جو جناب امیرؑ کی طرف تھے وہ "علوی" کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ زہیر عام طور پر "عثمانی" جماعت سے متعلق سمجھے جاتے تھے اور اہلبیت کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رکھتے تھے۔

حج سے واپسی زہیر نے ۶۰ھ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ حج کیا۔ واپسی میں امام حسینؑ کا ساتھ ہو گیا۔ زہیر اگرچہ امام کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتے تھے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی خاندانی شخصیت و عظمت سے مرعوب ضرور ہیں یعنی انھیں اس کا خیال تھا کہ اگر حسینؑ بن علیؑ مجھ سے کوئی خواہش کرینگے تو مجھ سے رد کرنا اُس کا ممکن نہ ہو گا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ وہ امام حسینؑ کے قافلہ سے دور دور رہتے تھے۔ امام حسینؑ اگر منزل سے آگے بڑھ گئے تو زہیر نے منزل پر قیام کر لیا۔ اور اگر امامؑ کسی منزل میں ٹھہر گئے تو زہیر نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھا دیا۔ یہ صرف اسی لئے

تھا کہ امام سے ملاقات نہ ہونے پائے۔

امام سے ملاقات

اتفاق سے ایک منزل پر ایسا ہوا کہ زہیر کو بھی اُسی جگہ قیام کرنا پڑا جہاں امام فروکش تھے۔ امام کے خیمے ایک طرف برپا تھے، زہیر کے خیام دوسری جانب برپا ہوگئے۔ ان لوگوں نے خورونوش کا تہیّہ کیا اور دسترخوان بچھا۔ ابھی کھانے میں مصروف ہی تھے کہ امام حسینؑ کا قاصد آ گیا اور سلام کیا اُس نے زہیر بن قین سے کہا کہ مجھے آپ کے پاس ابوعبداللہ الحسین بن علی نے بھیجا ہے اور آپ کو بلایا ہے۔

جو اندیشہ دل میں تھا وہ سامنے آگیا۔ ہاتھوں سے نوالے چھوٹ گئے اور سناٹا چھا گیا۔

زہیر کی زوجہ ایک شریف خاندان کی عورت دلہم بنت عمرو تھی، اُسکا بیان ہے کہ میں نے جو زہیر کو متردد دیکھا تو میں نے کہا سبحان اللہ فرزند رسول تم کو بلوائیں اور تم جانے میں تامل کرو۔ ارے جا کر سنو تو کہ وہ کیا کہتے ہیں پھر واپس چلے آنا۔

زہیر گئے اور تھوڑی دیر میں خوش خوش واپس آئے چہرہ اُنکا دمک رہا تھا۔ انھوں نے کہا ہمارا خیمہ، اسباب اور سامان سب امام حسینؑ کے قافلہ کی طرف پہونچا دیا جائے۔ خیمہ اکھاڑ گیا اور پہونچا یا گیا۔

اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں، تم اپنے قبیلہ میں چلی جاؤ

کیونکہ میں نہیں چاہتا میرے سبب سے تمھیں کوئی ناگوار امر درپیش ہو۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے میرے ساتھ آنا چاہے وہ میرے ساتھ آئے، ورنہ یہ آخری ملاقات ہے۔

میں تم سے واقعہ بیان کروں۔ بلنجر کی لڑائی میں جب ہم لوگوں کو فتح ہوئی اور اموال غنیمت حاصل ہوئے تو سلمان باہلی نے کہا کہ تم لوگ خوش ہو رہے ہو اس فتح اور غنیمت کے مال سے؟ جب جوانان آل محمد کی نصرت میں جہاد کرنا تو اس سے زیادہ خوش ہونا ان فوائد کے لحاظ سے جو حاصل ہونگے۔ اچھا میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں[1]۔

خوش نہادی اور ضمیر کی صفائی داعی حق کی پرخلوص آواز میں بجلی کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ بیشک زہیر کے نفس کی پاکیزگی تھی کہ وہ اگرچہ ماحول اور دوسرے خارجی اسباب کی بنا پر ایک دوسری جماعت سے متعلق تھے لیکن سچی ہدایت کے مختصر جملوں ہی نے اُن کو ولولہ اور جوش ایمانی سے بھر دیا۔ اُن کو وہ پیشین گوئی بھی یاد آ گئی جو رسول کی زبانی سن کر بہت سے صحابہ و تابعین کی زبانوں پر آیا کرتی تھی۔

بلنجر کی لڑائی جس کا حوالہ دیا گیا ہے حضرت عثمان کے عہد حکومت میں ہوئی ہے، اس موقع پر فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ باہلی تھے اور وہ

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۴-۲۲۵

اس مہم کے سر ہونے کے بعد وہیں قتل ہوئے، اسی کے متعلق عبد الرحمن باہلی شاعر نے کہا ہے:-

وانّ لنا قبرین قبر بلنجر — وقبرا بارض الصین یالک من قبر

"ہمارے خاندان کی دو خاص قبریں ہیں ایک وہ جو بلنجر میں ہے اور دوسری چین کے قبرستان میں۔ کیا کہنا اس قبر کا۔"

یہاں پہلی قبر سے مراد سلمان باہلی کی قبر اور دوسرے سے قتیبہ بن مسلم باہلی کی قبر مراد ہے۔

ابن اثیر کے بیان کے مطابق اس لڑائی میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ بہت ممکن ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی حضرت سلمان کی زبان سے نکلی ہو اور وہ سلمان باہلی کی جانب منسوب ہو گئی۔[1]

امام کا خطبہ اور زہیر کا پرخلوص جواب

ذو حسم کے مقام پر جب حر کا لشکر امام کی مزاحمت کے لئے آچکا ہے تو حضرت نے اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ ارشاد کیا جس میں حمد و ثنائے باری کے بعد فرمایا:-

انّہ قد نزل من الامر ما قد ترون — صورت حال جو پیش آئی ہے وہ تم دیکھ رہے

وانّ الدنیا قد تغیرت وتنکرت — ہو اور یقیناً دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اسکی

---

[1] ابصار العین ص ۱۰۰

وادبر معروفها واستمرت جذا
فلم یبق منها الا صبابة کصبابة
الاناء وخسیس عیش کالمرعی
الوبیل الا ترون ان
الحق لا یعمل به وان
الباطل لا یتناهی عنه یرغب
المؤمن فی لقاء الله محقا فانی
لا اری الموت الا شهادة ولا
الحیوة مع الظالمین الا برما۔

نیکی رخصت ہوچکی ہے اور اُس میں کچھ رہ نہیں
گیا ہے سوائے تھوڑے حصّے کے جو پانی کے بہنے
کے بعد برتن میں بچ رہتا ہے اور ایک پست زندگی
مثل زہریلی گھانس کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ
حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علیحدگی نہیں
اختیار کی جاتی۔ اس صورت میں مومن یقیناً خدا
کی ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے میرے نزدیک تو
موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت ہے اور
زندہ رہنا ان ظالموں کے ساتھ وبال جان ہے۔

اس خطبہ کا مقصد صرف اصحاب کو انجام سے مطلع کرنا اور اُنکے عزائم میں پختگی پیدا کرنا ہی ہوسکتا ہے۔

ضرورت تھی کہ اس تقریر کو سُن کر اصحاب کی جانب سے بھی اپنے اخلاص نیت اور پختگی عزائم کا کوئی اظہار ہو۔

زہیر کو اس کا احساس تھا کہ میں اس جماعت میں تازہ شریک ہوا ہوں اس لئے مجھے ایسے مواقع پر سبقت کرنے کا پورا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن اُنکا قلبی جوش و ولولہ اُن کو سکوت کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ چنانچہ امام کی تقریر ختم ہوتے ہی وہ کھڑے ہوگئے اور اصحاب امام سے

ان الفاظ میں تقریر کی اجازت مانگی کہا۔

تکلّمون ام اتکلّم "آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا میں کہوں"

یہ اخلاق و مروت سے بالکل بعید تھا کہ انھیں روکا جاتا۔ سب نے کہا کہ نہیں تم تقریر کرو۔

زہیر نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا۔

قد سمعنا هداك الله یا ابن	خدا آپ کی رہنمائی کرے فرزند رسول! ہم نے آپ کے
رسول الله مقالتك والله لو	ارشاد کو سنا۔ بخدا اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی
كانت الدنیا لنا باقیة وكنا فیها	رہنے والی ہوتی مگر جدا ہونا اُس سے آپ
مخلّدین الا فراقها فی نصرتك و	کی نصرت اور ہمدردی میں ہوتا تو ہم آپ کے
مؤاساتك لآثرنا الخروج معك	ساتھ چلنے کو دنیا کے ہمیشہ قیام پر ترجیح
علی الاقامة فیها.	دیتے۔

امام نے دعائے خیر دی اور اُن کے خلوص کی تعریف کی[1]۔

حُر کی مزاحمت پر زہیر کا غصہ

اُس وقت جب امام جا رہے تھے اور حُر ساتھ ساتھ تھا، اور ابن زیاد کا خط حُر کے پاس آیا کہ حسینؑ پر سختی کرو اور انھیں ایسے مقام پر ٹھہرنے پر مجبور کرو جہاں آب و گیاہ نہ ہو جس کا تذکرہ حُر کے حالات میں لکھا جا چکا۔

حُر نے امام کو خط کے مضمون سے مطلع کیا، امام حسینؑ نے فرمایا کہ

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۹

ہم کو اس قریہ میں جو یہاں سے نزدیک ہی قیام کرنے دو۔ یعنی نینوا یا اس میں یعنی غاضریہ یا اس تیسرے میں یعنی شفیہ۔ لیکن حر نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے حکم ہے کہ ایسی جگہ قیام کراؤں جہاں آب و گیاہ نہ ہو۔ اُس وقت زہیر نے کہا "فرزند رسول! ان لوگوں سے جنگ کر لینا آسان ہے بہ نسبت اُس فوج سے جنگ کے جو ان کے بعد آنے والی ہے یقین جانئے اس کے بعد اتنا لشکر آئیگا جس سے مقاومت کی طاقت ہم میں نہ ہوگی۔"

حضرت نے فرمایا "میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا"۔ زہیر قین نے کہا "اچھا بالکل قریب ہے اس قریہ کی طرف چلئے جو محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارہ ہے۔ اگر انھوں نے ہم کو روکا تو ہم جنگ کریں"۔ انھوں نے اس قریہ کا نام بتایا "عقر" حضرت نے اسے بھی مناسب نہ سمجھا اور وہیں اتر پڑے جہاں حر کا اصرار تھا۔[1]

فوج مخالف سے گفتگو نویں تاریخ کی شام کو جب اہل کوفہ نے دفعتہً امام کی طرف کا رخ کیا اور حملہ کر دیا اور امام نے جناب عباس کو اُن کے پاس مکالمہ کے لئے بھیجا۔ جناب عباس بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے اُن کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ تمھارا کیا مطلب ہے۔ جواب ملا کہ

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۲۔

ابن زیاد کا حکم آگیا ہے کہ یا تم سے بیعت لی جائے اور یا جنگ کی جائے
جناب عباسؑ یہ کہکر کہ میں امام سے جا کر دریافت کروں تو آکر جواب دوں
امام کی خدمت میں واپس گئے۔ دوسرے اصحاب سب وہیں کھڑے رہے
حبیب نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ زہیر بن قین سے کہا کہ ان لوگوں سے
کچھ گفتگو کرو اور کہو تو میں بات چیت کروں۔ زہیر نے کہا کہ تحریک اسکی
آپ نے کی ہے تو آپ ہی گفتگو بھی کیجئے۔"

حبیب نے تقریر شروع کی جو اُن کے حالات میں درج ہو چکی ہے[1]
انھوں نے تقریر کے آخر میں کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو قتل کرتے ہو
جو عبادت گذار ہیں اور پچھلے پہر سے اُٹھ کر خدا کا ذکر کرتے ہیں۔"
اس موقع پر عزرہ بن قیس نے فوج دشمن میں سے یہ فقرہ کہا کہ "حبیب!
تم اپنی تعریف ہر موقع پر کرتے ہو کہ میں بڑا عبادت گذار ہوں"
زہیر کو اس بے موقع گستاخی پر غصہ آگیا کہنے لگے:۔
پھر اس میں شک کیا! بیشک حبیب کے نفس کو خدا ہی نے قابل التعریف
بنایا ہے اور اس کی رہنمائی کی ہے۔ اے عزرہ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں
اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو جو گمراہی
کی حمایت کر رہی ہے اور پاک نفوس کو قتل کرتی ہے۔

---

[1] شہدائے کربلا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

زہیر کی آواز تعجب کے ساتھ سنی گئی۔ عزرہ نے انھیں پہچان کر کہا:۔
"زہیر تم تو اس گھرانے کے شیعہ نہیں تھے۔ تم تو عثمانی گروہ میں سے تھے!
زہیر نے کہا " اب اس وقت میرے یہاں کھڑے ہونے سے تو تم سمجھو
کہ میں شیعہ ہوں، خدا کی قسم میں نے نہ حسینؑ کو کبھی خط لکھا تھا نہ کوئی قاصد
بھیجا تھا اور نہ نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن راستہ میں اتفاق سے میرا
اور اُنکا ساتھ ہو گیا۔ جب میں نے انھیں دیکھا تو رسول اللہؐ یاد آئے
اور ان کی قرابت کا اُن سے خیال آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ
دشمنوں کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ پس میں نے طے کر لیا کہ مجھے ان کی
مدد کرنا چاہیئے اور میں اُن کی جماعت میں داخل ہو جاؤں اور اپنی
جان اُن پر فدا کر دوں خدا اور رسول کے اُس حق کو ادا کرنے کے لئے
جسے تم لوگوں نے ضائع و برباد کر رکھا ہے[1]

شب عاشور امام کے خطبہ کا جواب

دسویں شب جب امام حسینؑ نے اصحاب کو جمع کیا اور
اور انھیں اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش
کیا ہے، اُس کے جواب میں بنی ہاشم کے بعد پہلے
مسلم بن عوسجہ اور سعید بن عبداللہ حنفی نے تقریریں کیں جو اُن کے حالات
میں درج ہو چکی ہیں۔ پھر زہیر بن القین نے تقریر کی اور کہا:۔

[1] طبری جلد ۶ صـ۲۳۷

واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت	بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ قتل ہوں
ثم قتلت حتی اقتل کذا الف قتلۃ و	پھر زندہ ہوں پھر قتل ہوں یوں ہی ہزار دفعہ
ان اللہ یدفع بذلک القتل عن نفسک	ہو لیکن آپ اور نیز آپ کے خاندان کے یہ جوان
وعن انفس ھؤلاء الفتیۃ من اھل بیتک	قتل ہونے سے محفوظ رہ جائیں[1]۔

سرداری کا منصب

صبح عاشور جب امام نے اپنی مختصر فوج کو ترتیب دیا تو زہیر بن قین کو میمنہ کا افسر اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ کا سردار مقرر کیا تھا[2]۔

اس سے اگر حبیب کے مقابلہ میں اُنکی ترجیح نہ بھی ثابت ہو تب بھی ایک گونا برابر درجہ اُن کے لئے ضرور ثابت ہوتا ہے۔

جنگ کے میدان میں وعظ

ترتیب لشکر اور صف بندی کے بعد جب امام اپنا وہ تاریخی خطبہ فرما چکے جس میں آپ نے اپنے خاندانی خصوصیات اور بیگناہی اور اس کے ساتھ فوج دشمن کے ظالمانہ رویہ پر دلائل قائم کئے تھے تو زہیر بن قین میدان میں نکلے گھوڑے پر سوار، سر سے پاؤں تک اسلحہ جنگ سے آراستہ انھوں نے کہا:۔

یا اھل الکوفۃ نذار لکم من عذاب اللہ	کوفہ والو ڈرو خدا کے عذاب سے ڈرو۔ ایک مسلمان کا
نذار ان حقا علی المسلم نصیحۃ	فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے

۱؎ طبری جلد ۶ ص ۲۳۹ - ۲؎ طبری جلد ۶ ص ۲۴۱ -

اخیه المسلم ونحن حتی الآن اخوة و	اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں اور ایک دین کے
علی دین واحد وملّة واحدة ما لم یقع	پیرو ہیں اور ایک ملت پر ہیں جب تک کہ ہمارے
بیننا وبینکم السّیف وانتم للنّصیحة	تمہارے درمیان تلوار سے مقابلہ ہو نہ جائے اور
منا اهل فاذا وقع السّیف	اُس وقت تک ہماری جانب سے نصیحت اور فہائش
انقطعت العصمة وکنّا	کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار کی نوبت آجائے تو پھر
امّة وانتم امّة	ذمہ داری ختم۔ پھر ہم ایک امت اور تم دوسری امت۔
انّ الله قد ابتلانا و	یقیناً خدا نے ہمارا اور تمہارا امتحان لیا ہے اپنے
ایّاکم بذرّیة نبیّه محمّد ص	نبی محمد مصطفےٰ کی اولاد کے بارہ میں تاکہ وہ دیکھے
لینظر ما نحن وانتم عاملون	کہ ہم اور تم کیا کرتے ہیں۔ ہم تم کو دعوت دیتے ہیں کہ
انّا ندعوکم الی نصرهم وخذلان	اُن کی مدد کرو اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کا ساتھ
الطّاغیة عبید الله بن زیاد	چھوڑ دو کیونکہ تم ابن زیاد اور اُس کے پہلے اُس کے
فانّکم لا تدرکون منهما	باپ سے اُن کی تمام مدت سلطنت میں نہیں پاؤگے
الّا بسوء عمر سلطانهما	سوائے برائی کے، وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں
کلّه لیسملان اعینکم و	پھرواتے رہتے ہیں، تمہارے ہاتھوں پیروں کو
یقطعان ایدیکم وارجلکم	قطع کراتے اور تمہارے اعضائے جسم کو جدا کراتے
ویمثّلان بکم ویرفعانکم	اور تم کو سولیوں پر چڑھاتے رہے ہیں اور تمہارے
علی جذوع النّخل ویقتلان	منتخب لوگوں کو اور حفاظ قرآن جیسے حجر بن عدی

اماتلکم وقرّاءکم امثال حجر بن عدی واصحابه وهانی بن عروة واشباهه

اور اُن کے ساتھی اور ہانی بن عروہ اور ان کے ایسے لوگوں کو قتل کراتے رہے ہیں

کوفہ والے حقیقت کے طالب ہوتے تو اس نصیحت سے اثر بھی لیتے وہ سب سمجھتے تھے مگر وقتی طمع اور دنیا کی ہوس اُن کی آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے تھی۔ اُنھوں نے زہیر کو گالیاں دینا شروع کردیں اور ابن زیاد کی تعریف کرنے لگے اور کہا ہم اُس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک تمھارے سردار (حسین) اور اُن کے تمام ساتھیوں کو قتل نہ کردیں یا گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس لے جائیں"۔

زہیر اب بھی خاموش نہ ہوئے۔ اور ہدایت کرتے رہے سرداران فوج کو ہر اس طرح کی تقریر سے یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ کہیں کسی کے دل پر اثر نہ ہوجائے شمر نے جب دیکھا کہ زہیر کسی طرح خاموش نہیں ہوتے تو زہیر کو تیر مارا اور کہا "بس خاموش۔ خدا تیری زبان کو خاموش کرے" زہیر کو شمر کی اس بیجا مداخلت پر غصہ آگیا۔

انھوں نے سخت لہجہ میں شمر کو مخاطب کیا اور کہا کہ "میں تجھ سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں، تو تو جاہل ہے۔ تیرے لئے عذاب جہنم کی خوشخبری ہی کافی ہے"۔

شمر نے کہا۔ "دیکھو! تھوڑی دیر میں تم اور تمہارا سردار سب قتل ہوا چاہتے ہیں"۔

زہیر نے کہا۔

تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم حسین کے ساتھ   افبالموت تخوفنی فوالله الموت

مرنا مجھے تمہارے ساتھ دائمی زندگی حاصل کرنے سے   معه احبّ الیّ من الخلد معکم

زیادہ محبوب ہے۔

اس کے بعد پھر وہ لشکر کی طرف مخاطب ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔

اے اللہ کے بندو اس بدمعاش ظالم اور اس کے   عباد الله لا یغرّنکم من دینکم هذا

ایسے لوگوں کے فریب میں آؤ۔ خدا کی قسم پیغمبر خدا کی   الجلف الجافی واشباهه فو الله

شفاعت ان لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتی جو انکی   لا تنال شفاعة محمّد صلی الله علیه

اولاد اور اہلبیت کا خون بہائیں اور ان کے اعوان   وآله وسلم قوما هراقوا دماء ذرّیّته

انصار کو قتل کریں۔   واهل بیته وقتلوا من نصرهم وذبّ

عن حریمهم

امام زہیر کے مقابلہ میں فوج دشمن کا رویہ دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے شمر کا تیر لگانا اور سخت کلامی کرنا بھی دیکھا۔ اس کے بعد انھیں زہیر کا میدان میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ آپ نے کسی سے پکار کر کہلوایا۔

اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی   اقبل فلعمری لئن کان مؤمن

اور دعوت حق کے فرض کو انجام دیا تھا تو بخدا تم نے   آل فرعون نصح لقومه وابلغ

فی الدعاء لقد نصحت لھؤلاء — اس جماعت کی نصیحت کردی اور تبلیغ کا حق ادا کردیا
وابلغت لو نفع النصح والابلاغ — مگر نصیحت و تبلیغ کا کوئی اثر بھی تو ہو۔

اس آواز کو سنکر زہیر واپس چلے آئے۔[ا]

نمود اری و شہرت زہیر بن قین حسینی فوج کے ان نمودار اشخاص میں سے تھے جن کا نام فوج دشمن کے لوگوں میں بھی پوری طرح مشہور تھا اور اُسے امتیاز حاصل تھا چنانچہ لڑائی شروع ہوگئی اور فوج مخالف سے یسار اور سالم میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلب کیا انصار امام میں سے عبداللہ بن عمیر کلبی مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ ان دونوں نے نام و نسب پوچھا معلوم ہوا۔ کہا ہم تم کو نہیں پہچانتے۔ ہمارے مقابلے کے لئے زہیر بن القین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہیئے۔[۲]

کارنامہ شجاعت حملہ اولیٰ کے بعد جس میں پچاس آدمی فوج حسینی میں سے ایک ہی مرتبہ شہید ہوگئے تھے۔ لشکر مخالف کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور کوشش تھی کہ اب دم کے دم میں اس مہم کو سر کر دیا جائے۔ اس لئے مختلف صورتوں سے حملے کئے جا رہے تھے مگر امام حسینؑ کی بے نظیر سیاست حرب اور انکے اصحاب کی بے مثال شجاعت ہر حملہ کو ناکامیاب بنا دیتی تھی۔[۳]

[ا] طبری ج ۶ ص ۲۴۳ [۲] طبری ج ۶ ص ۲۴۵ [۳] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو محاربہ کربلا ص ۳۳-۳۷۔

آخر میں شمر نے مخصوص امام حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ خیمہ پر مار کر کہا کہ لاؤ آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں۔ خیمہ میں ایک شور گریہ و فریاد کا بلند ہو گیا۔

اس وقت زہیر بن قین ہی تھے جنھوں نے اپنے دس بہادر ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا اور شمر اور اس کے ساتھ کی فوج کو خیموں کے پاس سے دور ہٹا دیا اور ابو عزہ ضبابی کو جو شمر کا خاص آدمی اور اس کے قبیلہ سے تھا قتل کر دیا۔

دشمن کی فوج نے جو اپنے ایک ممتاز سپاہی کو قتل ہوتے دیکھا پوری جوش و خروش سے ان دس آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر ان بہادروں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور زہیر واپس ہوئے۔[1]

حر کی امداد جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو حر میدان جنگ میں آئے اور رجز پڑھی۔ زہیر بن قین حر کے پاس میدان جنگ میں آگئے اور حر کے ساتھ مل کر جنگ کرنا شروع کی اور سخت جنگ کی۔ حالت یہ تھی کہ جب ایک نے حملہ کیا اور وہ دشمنوں میں گھر گیا تو دوسرا حملہ کر کے اسے فوج کے حلقہ سے نجات دیتا تھا یہی صورت کچھ دیر تک قائم رہی۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۱۔

آخر میں پیادوں کی فوج نے حر کو گھیر کر قتل کر دیا۔[1]

ظہر کی نماز

ابھی سعید بن عبداللہ حنفی کے حال میں اس نماز کی کیفیت درج کر چکا ہوں۔

بحار میں ہو کہ امام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے فرمایا تم دونوں آگے بڑھو یہاں تک کہ میں نماز ظہر پڑھ لوں۔ یہ دونوں آدمی اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت نے نماز خوف ادا کی۔

آخری جنگ اور شہادت

ایک انسان کی قوت و طاقت کہاں تک وفا کر سکتی ہے ملاحظہ تو کیجئے۔ زہیر نے ایک دفعہ ظہر کے پہلے امام کی مدافعت کے سلسلہ میں شمر کی فوج سے جنگ کی اور وہ سخت جنگ جس میں اُن کا زندہ بچنا اُنکی شجاعت کا ایک کارنامہ ہی تھا پھر حر کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کی۔

پھر اب امام کی نماز کے موقع پر تھوڑی تعداد کے ساتھ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیا۔

یقیناً ان لڑائیوں میں اُن کے دست و بازو جواب دیچکے ہونگے اور ممکن ہے اُن کے کچھ زخم بھی آئے ہوں۔ نماز ظہر کے بعد دشمن بہت قریب آ گئے تھے۔ سعید بن عبداللہ حنفی شہید ہو چکے اُس طرح جس کا حال آپ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۵۲

سن چکے ہیں۔ اب زہیر بن قین نے آخری جنگ کی اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ وہ کہہ رہے تھے۔

انا زهير و انا ابن القين　　　اذودهم بالسيف عن حسين

"میں زہیر ہوں اور قین کا فرزند ہوں۔ میں اپنی تلوار سے اُن کو حسین کے پاس سے دور کر دونگا"

یوں ہی تھوڑی دیر تک وہ شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس دو شخصوں نے حملہ کیا جن کے ہاتھ سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[1]۔

زیارت شہدا میں اُن پر مخصوص الفاظ میں سلام کیا گیا ہے

(۴)

(۶۷) سلمان بن مضارب بن قیس البجلی

زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے زہیر ہی کے ساتھ سنہ ۶۰ھ میں حج کو گئے تھے۔ واپسی میں جب زہیر امام کی نصرت کے لئے حضرت کے ساتھ ہوئے تو سلمان نے بھی اُن کا ساتھ دیا۔ اور روز عاشور ظہر کے بعد شہید ہوئے[2]۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۲۔۲۵۳۔ [2] تنقیح المقال ج ۲ ص ۴۸

(۶۸) عمرو بن قرظہ بن کعب الانصاری[۵]

نام و نسب عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

ان کے والد قرظہ بن کعب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھے۔ جنگ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ سنہ ۲۳ھ میں زمانۂ عمر بن الخطاب میں ری ان کے ہاتھوں پہ فتح ہوا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے اپنی خلافت کے دور میں ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ پھر جب آپ جنگ صفین کے لئے جانے لگے تو ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود بدری کے سپرد کی۔ قرظہ سب لڑائیوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں انتقال کیا۔ امیر المومنین نے نماز جنازہ پڑھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معاویہ کے ابتدائی زمانہ میں جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا حاکم تھا انتقال کیا[۱]۔

میں نے ان کے حالات "تاریخ وفیات الشیعہ" میں سنہ ۵۱ھ میں درج کئے ہیں۔ ان کے دو فرزند تھے عمرو اور علی۔ کربلا میں عمرو امام حسین کی طرف تھے۔ غالباً بڑے یہی تھے۔ اس لئے کہ ان کے والد قرظہ بن کعب

[۱] استیعاب بر حاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر جلد سنہ ۳ ص ۲۶۵ و ۲۶۶

کی کنیت ان ہی کے نام پر ابو عمر دہتی - اور زیادہ تر عرب میں کنیت بڑے فرزند کے لحاظ سے ہوا کرتی تھی - ان کا چھوٹا بھائی علی لشکر عمر سعد میں تھا -

ابتدائی حالات

عمرو بن قرظہ کوفہ ہی میں قیام رکھتے تھے - وہ امام کی خدمت میں کربلا میں پہنچے - ابتدائی تاریخوں میں محرم کی جب ابھی جنگ قرار نہیں پائی تھی[1] ممکن ہے یہ صحیح ہو کہ وہ چھٹی تاریخ محرم کی تھی امام نے ان کو عمر سعد کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ تم مجھ سے شب کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان میں ملاقات کرو[2]

جاں نثاری

نماز ظہر کے وقت جب تمام اصحاب میں شہادت کا جذبہ تیز ہو گیا تھا اور شمع امامت کے پروانے جانبازی میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے عمرو بن قرظہ نے جنگ کرنا شروع کی - اور وہ کہہ رہے تھے -

قد علمت کتیبۃ الانصار　　انی ساحمی حوزۃ الذمار

ضرب غلام غیر نکس شاری　　دون حسین مہجتی و داری

(یعنی جماعت انصار کی جماعت جانتی ہے کہ میں ذمہ داری کے حدود کی حفاظت کروں گا - ایسے جواں مرد انسان کی طرح شمشیر زنی جو پیچھے ہٹنے والا نہ ہو حسین پر میری جان اور میرا گھر بار سب فدا ہو -[3]

[1] ابصار العین ص ۹۳ - [2] تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۲۶ - [3] طبری ج ۶ ص ۲۳۵ - [4] طبری ج ۶ ص ۲۴۵ -

شیخ ابن نما نے لکھا ہے کہ اُنکا مقصود اس سے عمر سعد پر تعریض ہے اس لئے کہ جب امام نے اُسے اپنی جانب آنے کی دعوت دی ہے تو اُس نے کہا کہ مجھے اپنے گھر کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ کھود ڈالا جائیگا

کچھ دیر تلوار چلانے کے بعد پھر عمرو امام کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ جو تیر آتا اُسے اپنے اوپر رد کرتے اور جو وار ہوتا خود سپر بن جاتے تھے۔ آخر زخموں سے چور ہو گئے۔ امام کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیوں فرزند رسول میں نے فرض کو ادا کیا؟ حضرت فرمایا " ہاں تم جنت میں میرے آگے جاؤ گے۔ رسول خدا کو میرا اسلام پہونچا دینا اور کہنا کہ میں بھی عنقریب آتا ہوں "۔

بہادر جانباز زخموں کی کثرت سے زمین پر گرا اور جان بحق تسلیم ہوا [1]

اُن کا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر سعد میں تھا صف سے باہر نکلا اور اُس نے امام کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور ورغلا کر قتل کرا دیا۔ امام نے فرمایا کہ خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اُس کی ہدایت کی اور گمراہی میں تو تجھے چھوڑ رکھا ہے۔

---

[1] ابصار العین ص ۹۳

اُس نے کہا "خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کردوں یا خود ہلاک ہوں" یہ کہہ کر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کر اُسے نیزہ لگایا جس سے وہ گر گیا مگر پھر علاج کے بعد اُس کا زخم اچھا ہو گیا[۱]۔

عمرو بن قرظہ انصاری پر زیارت شہداء میں سلام موجود ہے۔
سپہر کاشانی نے اُن کا نام عمرو بن قرظہ لکھا ہے[۲] جو غلط ہے۔

---

(۶)

(۶۹) نافع بن ہلال جملی

نام ونسب اور قبیلہ نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیرہ بن مذحج[۳]۔ عام طور سے لوگوں کی زبان پر اور نیز کتب مقاتل میں "ہلال بن نافع بجلی" کا ذکر کیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے[۴][۵]۔

---

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۵۔ [۲] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۴۳۔ [۳] تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۲۶۶۔ [۴] [۵] ابصار العین صفحہ ۸۹۔

"قبیلہ مراد کی ایک شاخ "قبیلہ مذحج" ہے اُسی کا ایک شعبہ "جمل" ہے جس کی طرف نافع بن ہلال کی نسبت ہے۔ ہلال بن نافع ان کے باپ کا نام تھا جن کی موجودگی واقعہ کربلا میں ثابت نہیں ہے۔

ہلال کی مشہور روایت وہ شب عاشور کا واقعہ ہے جو "دمعہ ساکبہ" میں مذکور ہے۔ امام کا تاریکی شب میں خیمہ سے نکلنا اور میدان میں جانا اور ہلال کا ساتھ ساتھ چلنا اور امام کا ہلال کو اپنے اور نیز دوسرے شہدائے کے محل قتل کو دکھلانا پھر واپس آکر جناب زینب کے خیمہ میں جانا اور ہلال کا در خیمہ پہ کھڑے رہنا اور مخدرہ علیا کا امام سے کہنا کہ آپ نے اپنے اصحاب کا امتحان بھی لے لیا ہے؟ اور ہلال کا اصحاب کو جا کر اس کی اطلاع دینا اور اُن سب کا در خیمہ پر آنا اور اطمینان دلانا۔ لیکن جب ہلال کا وجود ہی کربلا میں ثابت نہیں ہے تو اس روایت کی حقیقت معلوم۔

پھر ایک ہلال کی روایت وہ ہے جس میں حضرت سید الشہداء کی تشنگی اور ہلال کا عمر سعد کی اجازت سے پانی پلانے کے ارادہ سے جانا اور اس طرف امام کا شہید ہو جانا مذکور ہے۔ اُس سے صاف ظاہر ہے کہ ہلال عمر سعد کی فوج میں سے کوئی شخص ہے مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

زیارت شہدا میں جو تحفۃ الزائر میں مذکور ہے ہلال کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن نافع بن ہلال کا ذکر موجود ہے۔

السلام علی نافع بن ھلال البجلی المرادی

سپہر کاشانی نے جو اس زیارت کو نقل کیا ہے اس میں ہے

السلام علی نافع بن ھلال بن نافع البجلی المرادی۔ ۱؎

علامہ ابن شہر آشوب نے بھی زہیر بن قین کی شہادت کے بعد نافع بن ہلال ہی کی جنگ کا تذکرہ کیا ہے۔ ۲؎

بجلی کی لفظ یقیناً کتابت کی غلطی ہے اس لئے کہ قبیلہ مراد کی شاخ بجیلہ نہیں ہے وہ "خثعم" کا شعبہ ہے جس سے زہیر بن قین تھے۔ اور مراد کا شعبہ "جمل" ہے جس سے نافع بن ہلال تھے۔

درست
خصوصاً

وہ اپنے قبیلہ کے بڑے سردار اور بہادر شخص تھے حافظ قرآن بھی تھے اسی لئے تذکرۂ حفاظ شیعہ میں بھی اُن کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ ۳؎

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور احادیث کے حامل تھے وہ حضرت کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں شریک

۱؎ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۲ - ۲؎ مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ -

۳؎ تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول صفحہ ۱۵۹ -

بھی ہوئے تھے [1]

ابتدائی واقعات نافع کوفہ سے امام کی روانگی عراق کی اطلاع پاکر روانہ ہوئے اور امام سے راستے میں جاکر ملحق ہوئے وہ اپنا ایک گھوڑا جس کا نام "کامل" تھا کوفہ میں چھوڑ گئے تھے اور ہدایت کر گئے تھے کہ وہ اس کے بعد اُن کے پاس پہونچا دیا جائے۔ چنانچہ "عذیب الہجانات" میں عمرو بن خالد صیداوی، مجمع بن عبداللہ عائذی جنادہ بن حارث سلمانی وغیرہ پانچ آدمیوں کا جو قافلہ امام کے پاس پہونچا ہے اُس کے متعلق تصریح ہے کہ :-

یجنبون فرسا لنافع بن هلال یقال له الکامل

"یہ لوگ اپنے ساتھ ایک کوتل گھوڑا نافع بن ہلال کا لئے ہوئے تھے جس کا نام تھا "کامل" [2]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود اس قافلہ کے ساتھ نہ تھے۔ وہ اسکے پہلے امام کے پاس آچکے تھے اُسوقت جب جناب مسلم کی خبر شہادت بھی نہ آئی تھی [3]

امام کے خطبہ کا جواب جب امام علیہ السلام سے حر کے لشکر سے ملاقات ہوئی اور حضرت نے "ذوحسم" میں وہ خطبہ پڑھا جو زہیر کے حالات میں گذر چکا ہے اور زہیر قین اُس کے جواب میں تقریر کرچکے

[1] ابصار العین صـ۸۶۔ [2] طبری جلد ۶ صـ۲۳۰۔ [3] ابصار العین صـ۸۶۔

تو ملول و کدر ہوئے اور کہا

یا ابن رسول اللہ انت تعلم ان
جدک رسول اللہ لم یتھیا له ان
یشرب الناس محبته وکان یحب
الی امرہ ما احب فقد کان منھم
منافقون یعدونه بالنصر و
یضمرون له الغدر یلقونه
باحلی من العسل ویخلفونه
بامر من الحنظل حتی
قبضه اللہ الیه وان ابا
علیا قد کان فی
ذلک فقوم قد اجمعوا
علی نصرته وقاتلوا معه
الناکثین والقاسطین و
المارقین وقوم خالفوہ
حتی اتاہ اجله ومضی الی
رحمة اللہ ورضوانه وانت الیوم

فرزند رسول آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے جد بزرگوار رسالت
یہ ممکن نہیں ہوا کہ لوگوں کو اپنی محبت سے سیراب کر دیں
اور وہ آپ کی اس طرح اطاعت کریں جس طرح
آپ چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ والوں میں
بہت سے منافق تھے جو آپ سے نصرت کا وعدہ
کرتے تھے اور دماغ میں غداری کا خیال مضمر رکھتے
تھے۔ وہ باتیں ایسی کرتے تھے جو شہد سے زیادہ
شیریں ہیں اور کردار میں مخالفت کرتے تھے ایسی
جو انتہائی تلخ تھی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کا انتقال
ہوا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علی کو بھی اسی
صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ کچھ لوگ آپ کی نصرت پر
متفق ہوئے اور آپ کے ساتھ رہ کر ناکثین و
قاسطین و مارقین (جمل صفین اور نہروان والوں)
سے جنگ کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی یہاں تک
کہ آپ کی وفات ہوئی اور آج ہمارے نزدیک
آپ کو بھی صورت درپیش ہے لہذا جو شخص اپنے

عندنا في مثل تلك الحالة فمن
نكث عهده وخلع نيته فلن يضر إلا
نفسه والله مغن عنه فسر بنا راشدا
معافى مشرقا إن شئت وإن شئت
مغربا فوالله ما أشفقنا
من قدر الله ولا كرهنا لقاء
ربنا فإنا على نياتنا وبصائرنا نوالي
من والاك ونعادي من عاداك

عہد کو توڑیگا اور نیت کو خراب کریگا وہ خود اپنا
برا کریگا اور خدا آپ کو اُس سے لاپرواہ کردیگا
اس لئے کہ بخدا ہم کو خدا کے مقرر فیصلہ سے کوئی اندیشہ
نہیں ہے اور نہ اپنے رب کی ملاقات (موت) پر
ہم کو کوئی کراہت ہے۔ ہم اپنی نیتوں اور اعتقادوں
پر قائم ہیں موالات رکھتے ہیں اُس شخص سے جو
آپکے ساتھ موالات رکھے اور دشمن ہیں اُسکے
جو آپ سے دشمنی کرے۔

اس کے بعد بریر نے تقریر کی جو اُن کے حالات میں آئیگی۔[1]
علامہ مامقانی نے لکھا ہے:[2]

خرج إلى الحسين حين أتى فلقيه
في الطريق بعد وصوله عذيب
الهجانات وهو الذي قام بعد
خطبة الحسين ع عند تضييق
الحر عليه ونطق بما هو منقول
في كتب السير هما برضى الله و

وہ امام حسینؑ کے پاس پہونچنے کے لئے کوفہ سے
روانہ ہوئے یہانتک کہ آپکے پاس "عذیب الہجانات"
میں پہونچے اور یہی وہ ہیں جو امام حسینؑ کے خطبے
کے بعد جب حر نے امام سے مزاحمت کی تو کھڑے
ہوئے تھے اور وہ تقریر کی تھی جو کتب سیر میں
مذکور ہے جس سے خدا اور رسول خوشنود تھے

[1] ابصار العین ص۸۴ ۔ [2] تنقیح المقال جلد ۲ ص۲۶۶

رسولہ و اظہر الثبات علی نصرتہ — ہوگئے اور حضرت کی نصرت پر ثبات و استقلال کا اظہار کیا۔

یہ اسی خطبہ کا حوالہ ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خطبہ "عذیب الہجانات" پہونچنے سے پہلے ہے۔ اس لئے یہ درست نہیں ہو سکتا کہ وہ امام کے پاس اس منزل میں پہونچے حقیقت وہی ہے کہ اس منزل میں انکا خالی گھوڑا آیا ہے اور وہ خود اس کے بہت پہلے آچکے تھے۔

نہر پر جنگ

جب عمر سعد کی جانب سے نہر پر پہرے بٹھا دئے گئے اور امام اور اُن کے اصحاب پر پانی بند کر دیا گیا، اس طرف پیاس کا انتہائی غلبہ ہوا تو امام نے اپنے بھائی ابو الفضل العباس کو پانی لانے پر مامور کیا۔ یہ غالباً آٹھویں یا نویں کا ذکر ہے۔ جناب عباس تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیزے پانی کے لئے لیکر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہونچے۔ نافع بن ہلال جملی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب کے آگے ہوگئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا کون ہے جو نہر پر جاتا ہے؟ نافع بن ہلال نے نام بتلایا عمرو بن حجاج قبیلہ "زبیدہ" سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور "جمل" بھی مراد کی شاخ۔ اس لئے نافع نے اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیا۔ اُس نے کہا آنے کا سبب؟ کہا اسی پانی کے پینے کو جس سے

تم نے ہمیں روک رکھا ہے" عمرو نے کہا "پیو تم شوق سے تمھیں پینا گوارا ہو"
نافع نے کہا "میں تو خود پیونگا نہیں درصورتیکہ حسینؑ اور اُن کے سب اصحاب
پیاسے ہیں"۔ یہ سُن کر فوج آگے بڑھی اور کہا یہ تو ممکن ہی نہیں کہ
یہ لوگ سیراب ہوں ہم یہاں مقرر اسی لئے کئے گئے ہیں کہ ان کو پانی
پینے سے مانع ہوں" نافع اُن لوگوں سے گفتگو کرنے آگے بڑھے اور
اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم جلدی مشکیں پانی سے بھر لو اپیادہ تیزی
سے بڑھے اور انھوں نے مشکیں پُر کر لیں۔ ادھر نگہبانوں کی فوج
آگے بڑھی جناب عباسؑ اور آپ کے ساتھ نافع بن ہلال نے ان لوگوں کا
مقابلہ کیا اور انھیں پیچھے ہٹا دیا اتنی دیر میں وہ لوگ جو مشکیں لئے ہوئے
تھے ساحل سے اوپر آ گئے تھے جنگ آزما بہادروں نے اُن سے
کہا کہ تم خیموں کی طرف چلو اور خود وہیں کھڑے رہے۔ پاسبانوں کی فوج
نے پھر بڑھ کر حملہ کیا اور کچھ جنگ ہوئی۔ اس موقع پہ نافع بن ہلال نے
عمرو بن الحجاج کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جو قبیلہ "صدا" سے
تھا نیزہ لگایا۔ بظاہر وار اوچھا تھا اور کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔
مگر اس کے بعد وہ زخم مہلک ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اصحاب
امام پانی لے کر واپس ہو گئے [1]

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۴ صفحہ ۲۳۵ ۔

ہے یہ کہ پانی لانے کی روایت جو مشہور ہے اُس کی اصلیت بظاہر یہی ہے۔

امام سے حملہ کی مدافعت

عمر بن قرظہ کے شہید ہونے کے بعد اُن کا بھائی علی بن قرظہ جو فوج عمر بن سعد تھا صف سے باہر نکلا اور امام کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور فریب دے کر قتل کرا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اُن کی تو ہدایت کی۔ ہاں تجھے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔" جاہل بدبخت شخص نے کہا "تو سہی جو میں تمہیں قتل کروں یا خود ہلاک ہوں" یہ کہکر امام پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر نافع بن ہلال سامنے آ گئے اور نیزہ مار کر اُسے گرا دیا۔ اُس کے ساتھی اُسے اُٹھا کر لیگئے اور پھر علاج کے بعد وہ اچھا ہو گیا [1]

مقابلہ

ظہر کے بعد نافع بن ہلال نے جنگ شروع کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

انا الجملی انا علی دین علی۔

"میں قبیلہ جمل کا شخص ہوں۔ میں علی کے دین پر ہوں"

ایک شخص جس کا نام مزاحم بن حریث تھا۔ فوج مخالف سے باہر نکلا اُس نے کہا "میں عثمان کے دین پر ہوں"

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۸

نافع نے کہا "تو شیطان کے دین پر ہے" پھر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔[1]

تیر اندازی

نافع تیر اندازی میں بڑے مشاق تھے۔ انھوں نے اپنے تیروں کے سوفار پر اپنا نام لکھ دیا تھا اور تیروں کو زہر میں بجھا لیا تھا۔ تیر لگانا شروع کئے اور بارہ آدمیوں کو لشکر مخالف سے قتل کیا اس کے علاوہ بہت سوں کو زخمی کیا۔

گرفتاری و شہادت

تو دشمن نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مارنا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں بازو اُن کے شکستہ ہو گئے اور وہ گرفتار کر لئے گئے شمر کچھ سپاہیوں کے ساتھ اُن کو پکڑ کر عمر سعد کے پاس لے گیا۔ اُس نے کہا۔

"نافع! یہ تم نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

نافع نے کہا۔

"میرے ضمیر سے تو خدا واقف ہے" اُن کی ڈاڑھی پر خون جاری تھا۔ اس حالت میں وہ کہہ رہے تھے ـــــ "خدا کی قسم میں نے بارہ آدمی تم میں جان سے مارے ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اگر میرے بازو ٹوٹ نہ جاتے تو تم مجھے اس طرح

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۹ ۔

گرفتار ہرگز نہ کر سکتے"۔

شمر نے کہا "اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے"۔ عمر سعد نے کہا۔ "تم گرفتار کر کے لائے ہو تم ہی کو اختیار ہے"۔

شمر نے تلوار کھینچی۔ نافع نے کہا "اگر تم لوگ مسلمان ہوتے تو کبھی ہم لوگوں کے خون میں ہاتھ نہ بھرتے۔ شکر خدا کا کہ اُس نے ہم لوگوں کی موت اپنے مخلوق میں سے بدترین لوگوں کے ہاتھ سے قرار دی"۔

شمر نے تلوار لگائی۔ نافع شہید ہوئے [1]

صاحب ناسخ نے سلسلۂ شہدا میں ہلال بن نافع اور نافع بن ہلال کو دو شخص قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بروایت صاحب روضۃ الاحباب بعد از شہادت مسلم ہلال بن نافع بجلی آہنگ میدان کرد او جوانے بدیع جمال و نیکو اندام بود و دو شیزہ در حبالۂ داشت کہ با وے طریق مقاجعت نسپردہ بود چوں ہلال را بگریست کہ آہنگ قتال دارد آب از دیدہ فرو ریخت و بدامن او در آویخت کہ بکجا میروی و مرا باکہ میگذاری دہ ہائے ہائے بگریست سید الشہدا چوں قصۂ ایشاں را اصغا نمود ہلال را فرمود امروز اہل تو حرمان نتوانستند بر تافت و ایشاں را از خویش خورسند نتواں یافت اگر خواہی در کار جہاد

[1] طبری ج ۶ صـ ۲۵۳

طریق مسامحت سپاری و ایشاں را از خویش خورسند داری عرض کرد یا ابن
رسول اللہ اگر امروز نصرت تو نجویم فردا با رسول خدائے چہ گویم و زن را
وداع گفت و آہنگ جہاد کرد و بدیں اشعار انشاد ارجوزہ فرمود۔

ارمي بها معلمة افواقها — والنفس لا ينفعها اشفاقها
مسمومة تجري بها اخفاقها — ليملأن ارضها رشاقها

ہمانا ہلال مردے دلیر و کمانداری دلاور بود کہ ہرگز عقاب خدنگش
جز مرکز ہدف را نشیمن نساختے ہشتاد تیر در کنانہ آگندہ داشت با سر خدنگ
مردے را از پشت شبرنگ بر زمین افگند چوں تیر در کنانہ نماند مردانہ
با تیغ حملہ ور گشت و گفت۔

انا الغلام اليمني البجلي — ديني على دين حسين وعلي
ان اقتل اليوم فهذا املي — فذاك رأيي والاقي عملي

مردے از سپاہ ابن سعد کہ او را قیس بن [illegible] نامیدند با شمشیر آختہ بمبارزت
تاختن ہلال او را مجال نہ داد و تواناں او را بسطورۂ نیران فرستاد و
با تیغ سرافشاں سیزدہ تن از بد اندیشاں را از پائے در آورد ایں وقت
انبوہ لشکر بضرب سیف و سناں او را بخستند و بازواں او را در ہم شکستند
و او را ماخوذ داشتہ بنزد شمر ذی الجوشن بردند شمر حکم داد تا سرِ ارجمندش
را از تن دور کردند۔ ایں وقت نافع بن ہلال بجلی آغاز مبادرت نمود الخ[1]

[1] ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۶۶

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہلال بن نافع میدان جنگ میں گئے
اور شہید ہوئے پھر نافع بن ہلال،
صاحب ناسخ نے زیارت شہداء سے جو سلام نقل کیا ہے وہ پہلے
درج ہو چکا ہے۔
اس میں انکا پورا نام اس طرح درج ہے "السلام علی نافع بن
ھلال بن نافع البجلی المرادی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال بن نافع
باپ تھے اور نافع اُن کے فرزند۔
اس روایت میں جو مبارزطلبی کے سلسلہ میں درج کی گئی ہے اس کا
کوئی اشارہ نہیں ہے کہ ہلال بن نافع کے ساتھ اُن کے فرزند نافع تھے
یا نافع کے ساتھ اُن کے باپ ہلال بھی تھے۔
اس روایت سے ثابت ہے کہ ہلال نوعمر نوجوان شخص تھے اور
ابھی تازہ اُن کی شادی ہوئی تھی اور اُن کی تازہ عروس اُن کے ساتھ تھی
یہ امر کہ وہ تیر انداز تھے اور اُن کی رجز کا یہ مضمون کہ اُن کے تیروں کے
سوفار پر اُن کے نام کی نشانی موجود تھی نافع کی روایت سے مطابق ہے
اُنکے بازوں کا ٹوٹنا اور اُن کا گرفتار کیا جانا اور پھر شہید ہونا۔ یہ
سب نافع کے حالات سے ماخوذ ہے۔ مگر صاحب ناسخ کی مورخانہ نگاہ
کو ان میں سے کسی امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔

علامہ مامقانی کے قلم سے عجیب طرح کی غلطی ہوئی ہے اُنھوں نے
نافع بن ہلال کے حال میں پانی لانے کے واقعہ کے تذکرہ میں لکھا ہے[1]

کان فی ہذا الحملة طعن رمح	اسی حملہ میں نافع کو عمر سعد کی فوج کے ایک شخص نے
اصحاب عمر بن سعد لعنہ اللہ طعن هلال	نیزہ لگایا جسے ہلال نے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن
انما لیست بشیٔ ثم انها انتقضت	اُسی زخم میں پھر طول ہوا اور اُن کا اس سے
بعد ذلک فمات منها وروی انہ	انتقال ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کو
اخذ اسیرا الی عمر بن سعد فقتلہ	گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لیجایا گیا اور شمر نے
شمر علی التقدیرین هو من	اُن کو قتل کیا۔ بہر حال وہ امام کی ہمراہی میں
المستشهدین مع الحسین	شہید ہونے والوں میں سے ہیں

یہ تاریخ کی عبارت سمجھنے میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

اُس حملہ میں نافع کو عمر سعد کی فوج کے کسی شخص نے نیزہ نہیں لگایا تھا بلکہ نافع نے ایک شخص کو نیزہ لگایا اور وہ اُس زخم کو کوئی چیز نہیں سمجھا پھر وہی زخم اُس کے لئے سبب ہلاکت ثابت ہوا نافع کو اُس موقع پر کوئی زخم نہیں آیا تھا۔ وہ اس کے بعد جنگ کر کے زخمی ہوئے ہیں اور گرفتار ہوئے ہیں اور پھر شمر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔

---

[1] تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۶۶

(۷)

(۷) بُریر بن خضیر ہمدانی

اوصاف و خصوصیات

سن رسیدہ تابعی، عبادت گذار اور حافظِ قرآن تھے میں نے ان کے حالات "تذکرۂ حفاظ شیعہ"[۱] میں بھی درج کئے ہیں۔ وہ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے اور کوفہ کے باشندہ ہمدانی قبیلہ کے اشراف میں سے تھے۔

ابو اسحٰق ہمدانی سبعی مشہور محدث حافظ کے ماموں تھے[۲]۔ مسجد کوفہ میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے[۳]۔ لوگ ان کو سید القراء (حفاظ کا سردار) کہتے تھے[۴]۔

ابتدائی حالات

ان کا قیام کوفہ میں تھا مگر شاید حضرت مسلم کے ورود کوفہ کے موقع پر وہ وہاں موجود نہ تھے اس لئے کوئی ذکر ان کا نظر نہیں آتا۔ بیشک امام حسینؑ کے پاس وہ حُر کی ملاقات کے موقع پر موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں کسی جگہ وہ امام کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں۔

۱؎ حصہ اوّل ص۱۴۹-۱۵۳ - ۲؎ ابصار العین ص۷۰ - ۳؎ طبری جلد ۶ ص۲۴۷ -

۴؎ رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۶۳ -

امام کا خطبہ اور اُس کا جواب

راہ میں حُر کی ملاقات کے بعد جو خطبہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ہے جس کے سلسلہ میں زہیر بن قین اور نافع ابن ہلال نے تقریریں کیں جو اُن کے حالات میں درج ہو چکیں۔ نافع کے بعد بریر کھڑے ہوئے اور کہا:۔

واللّٰہ یا ابن رسول اللّٰہ لقد	خدا کی قسم اے فرزند رسول! یہ خدا کا احسان ہے
منّ اللّٰہ بک علینا ان نقاتل بین	ہم پر کہ ہم کو موقع دیا اس بات کا کہ ہم آپ کے سامنے
یدیک تقطع فیک اعضاؤنا حتیٰ	جنگ کریں اور آپ کی نصرت میں ہمارے اعضا
یکون جدّک یوم القیامۃ	قطع کئے جائیں یہاں تک کہ آپ کے جد بزرگوار
بین ایدینا شفیعا لنا	روز قیامت ہمارے شفاعت خواہ ہوں کیونکہ
فلا افلح قوم ضیّعوا ابن	وہ جماعت کبھی نجات نہیں پا سکتی جس نے
بنت نبیّھم و ویل لھم	اپنے نبی کے نواسے کو برباد کیا اور وائے ہو
ماذا یلقون بہ اللّٰہ و افٍ	ان کے لئے کیا یہ خدا کو منہ دکھائیں گے اور
لھم یوم ینادون بالویل والثبور	کیا حال ہوگا اُس دن جب وہ آتش جہنم میں
فی نار جھنّم	نالہ و فریاد کرتے ہوں گے[1]

شمر کی جسارت اور بریر کی گفتگو

عاشورہ کی شب امامؑ اور اُن کے اصحاب نے عبادت خدا میں گذاری اور لشکر عمر سعد کا

---

[1] انصار العین منہ

طلایہ کبھی خیام امام کے قریب سے ہو کر گذرتا تھا۔ امام ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے
لا یحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لانفسھم انّما نملی لھم لیزدادوا
اثما ولھم عذاب مھین ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتّیٰ
یمیز الخبیث من الطیّب (یعنی) نہ سمجھنا چاہئے اُن لوگوں کو جنھوں نے کفر
اختیار کیا ہے کہ ہم جو انھیں مہلت دیتے ہیں یہ اُن کے لئے بہتر ہے۔ ہم تو انھیں
مہلت دیتے ہیں اس لئے کہ اُن کے گناہوں میں اور اضافہ ہو جائے اور اُن کے
واسطے حقارت آمیز عذاب ہے۔ خدا نہیں چھوڑیگا مومنین کو اس حالت میں جس پر تم ہو
جب تک کہ امتیاز نہ کر دے ناپاک لوگوں کا پاک لوگوں سے۔"

عمر سعد کے طلایہ کی فوج میں سے ایک شخص نے اسے سنا تو وہ
کہنے لگا کہ خدا کی قسم ہم ہیں پاک لوگ جنکا تم سے امتیاز ہو گیا" ضحاک بن
عبداللہ مشرقی نے جو اصحاب امام میں سے تھے لیکن درجہ شہادت پر فائز
نہیں ہوئے۔ بیان کیا ہے کہ میں نے اُس کو پہچانا اور بریر بن خضیر
سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہے؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" میں نے
کہا یہ ابو حرب عبداللہ بن شہر سبیعی ہے۔ وہ ایک مسخرہ بیہودہ اللسان
لیکن بہادر اور جری تھا۔ سعید بن قیس ہمدانی جو امیر المومنین کی فوج
کے ایک سردار تھے اکثر اُسکو جرائم کی پاداش میں قید کر دیا کرتے
تھے۔ بریر کو اس امر سے کہ (یہ) مخصوص ہوئی کہ یہ انہی کے قبیلہ کا

شخص ہے جو اس طرح کہہ رہا ہے۔ اُنھوں نے پکار کر کہا "اے فاسق
تو وہ ہوگا جسے خدا پاک لوگوں میں محسوب کرے"
اُس نے کہا "تم کون ہو؟" بتایا کہ "بریر بن خضیر"
جاہل النسان کہنے لگا کہ "مجھے بڑا صدمہ ہے بریر تم ہلاک ہو، خدا
قسم بخدا ہلاک ہوئے"
بریر نے کہا "اے ابو حرب کیوں نہیں توبہ کر لیتا اپنے بڑے
گناہوں سے خدا کی قسم پاک لوگ ہم ہیں اور خبیث و ناپاک تم ہو"
[illegible] نے کہا "اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں"
ضحاک مشرقی نے کہا "پھر یہ جانتے ہو تو عمل کیوں نہیں کرتے ہو"
اُس نے کہا "قربانت شوم! پھر یزید بن عذرۃ العنزی کی صحابت
کون کریگا" یہ فوج عمر سعد کا ایک شخص تھا جو اس وقت اُسکے ہمراہ تھا
معلوم ہوگیا یہ شخص سنجیدہ گفتگو کا اہل نہیں ہے۔ وہ بات کو مذاق
میں اُڑاتا ہے۔
ضحاک نے کہا "بہرحال خدا تجھے غارت کرے تو جاہل احمق ہے"

روزِ شہادت | عاشور کی صبح کو ترتیب لشکر کے بعد امام نے ایک خیمہ
[illegible]

[illegible] تاریخ طبری [illegible]

کے لئے تشریف لے گئے تو دروازہ پر خیمہ کے عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری اور بریر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں اس امر پر کہ اطاعت دھکم دھکا ہو رہا تھا کہ کون امام کے بعد پہلے خیمہ میں جائیگا۔

اس موقع پر بریر عبدالرحمٰن سے مذاق کر رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے کہا "چھوڑو ان باتوں کو اس وقت دلگی کا موقع نہیں ہے" بریر نے کہا "خدا کی قسم میرے قبیلہ کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی دلگی کو پسند نہیں کیا نہ جوانی میں اور نہ ادھیڑپن میں۔ لیکن اس وقت تو میں مستقبل کے خیال پر خوش ہوں۔ بخدا ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر تلواریں لیکر حملہ کریں۔ اور مجھے تو تمنا ہے کہ کہیں یہ وقت جلد آئے"[1]۔

فاضل سماوی نے اس واقعہ کو نویں محرم سے متعلق قرار دیا ہے[2] اس کا کوئی ثبوت مجھے نہیں ملا۔

جہاد میں سبقت حبیب بن مظاہر کے حالات میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جنگ چھڑنے کے بعد سب سے پہلے جو دو پہلوان دشمن کی طرف سے نکلے۔ وہ یسار اور سالم دو غلام تھے۔ انھوں نے مبارزطلبی کی تو حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر ہی دو جوان ہمت انسان تھے

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۱ ۔ [2] ابصار العین صفحہ

جو کھڑے ہو گئے مگر امام نے اُن کو منع کر دیا۔

یہ بھی وہاں لکھا گیا ہے کہ بُریر فوج حسینی کے اُن مخصوص اشخاص میں سے تھے جو نمایاں حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جب عبداللہ بن عمیر کلبی اُن دونوں کے مقابلہ پر نکلے تو انھوں نے کہا کہ ہم تم سے واقف نہیں ہیں۔ ہمارے مقابلہ پر زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہئے جس پر عبداللہ کو غصہ آ گیا اور انھوں نے حملہ کر دیا۔[۱]

مباہلہ و جنگ

واقعہ کربلا میں اصحاب حسینی کے استقلال اور ثبات قدم کا تمام راز اُن کے اس یقین و اطمینان میں مضمر تھا جو انھیں اپنی حقانیت کے بارہ میں حاصل تھا۔ اس کے مظاہرے مختلف صورتوں سے ہوتے رہتے تھے۔ اُن میں سے بڑا شاندار واقعہ یہ ہے جس میں بریر کے اطمینان قلبی کا ثبوت پیش ہوا ہے۔

یزید بن معقل فوج عمر سعد میں، بنی عمیر بن ربیعہ میں سے، بنی سلیمہ بن عبدالقیس کا حلیف تھا۔ اُس سے اور بُریر سے پرانی شناسائی تھی۔ اور آپس میں مذہبی نوک جھوک بھی ہوا کرتی تھی۔ وہ صف سے باہر نکلا اور اُس نے بریر کو پکار کر آواز دی کہ دیکھا تم نے خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بریر نے کہا خدا نے میرے ساتھ تو بڑا اچھا سلوک کیا۔ ہاں

---

[۱] طبری جلد ۶ ص ۲۴۵

تو اپنی کہہ کہ بڑا بد نصیب ہے "

یزید نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو حالانکہ اس کے پہلے تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اچھا تمھیں یاد ہے؟ ایک دن ہم اور تم بنی دودان کے کوچہ میں جا رہے تھے اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان بن عفان گنہگار تھے اور معاویہ بن ابوسفیان خود گمراہ اور دوسروں کا گمراہ کرنے والا ہے۔ اور سچے راہنما اور امام علی بن ابیطالب ہیں۔ بریر نے کہا میں اس وقت بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری رائے یہی ہے اور میں اسی قول پر قائم ہوں یزید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔ بریر نے کہا اچھا اس پر تیار ہو کہ میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو اس کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرا دے۔ پھر میں تم سے نکل کر جنگ کروں۔ یزید نے اس کو منظور کر لیا۔

دونوں فوجوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہونگی، حق اور باطل کا سخت مقابلہ اور فیصلہ کن امتحان تھا۔

دونوں نے نکل کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدا سے دعا کی۔ پھر جنگ کے لئے مقابلہ پر آ گئے۔

بس دو ضربتوں کی آمد و رفت ہونے پائی۔ پہلے یزید نے

تلوار لگائی جو بریر پر اچٹتی ہوئی پڑی اور کوئی صدمہ اُنھیں نہیں پہنچا
پھر بریر نے تلوار ماری جو خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی وہ گھوڑے
پر سے زمین پر گر پڑا اس حالت میں کہ بریر کی تلوار اُس کے سر میں
قائم تھی اور وہ اُسے سر کے اندر سے کھینچ رہے تھے۔

شہادت

رضی بن منقذ عبدی نے بُریر پر حملہ کیا اور بریر کے لپٹ گیا
کشتی لڑنے لگا۔ بُریر اُس کو گرا کر سینہ پر سوار ہو گئے۔
کمینہ بزدل دشمن اب چیخنے لگا اور پکارنے لگا۔ کہاں ہیں جنگجو پہلوان کہاں
ہیں مدافعت کرنے والے جوان۔ کعب بن جابر بن عمرو ازدی حملہ
کے لئے آگے بڑھا عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس جو واقعہ کربلا میں
لشکر عمر سعد میں موجود تھا اُس کا بیان ہے کہ میں نے کعب سے کہا یہ تو بُریر
بن خضیر وہ حافظ قرآن ہیں جو ہم کو مسجد میں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مگر
اُس نے سماعت نہ کی اور پشت کی جانب سے بُریر پر نیزہ کا وار کر دیا
بُریر کو نیزہ کی انی کا احساس ضرور ہوا مگر چارہ کار کوئی نہ تھا انی
سینہ کے پار تھی اور بُریر اپنے دشمن کے سینہ پر سے الگ گرے ہوئے تھے
پھر اُس نے تلوار لگا کر بالکل بُریر کا کام تمام کر دیا۔ رضی بن منقذ
جس نے ابھی بُریر کے مقابلہ میں شکست کھائی تھی کپڑوں سے خاک جھاڑتا ہوا
کھڑا ہو گیا اور قاتل بُریر کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ تم نے

مجھ پر آج وہ احسان کیا جس کو میں کبھی نہ بھولونگا۔[1]

انجام ستم

حسینؑ کے ساتھ والے مجاہد اپنے حسن عمل میں تمام عرب میں شہرۂ آفاق تھے۔ وہ مال و جاہ دنیا کی ہوس تھی جو انکے خلاف شمشیر زنی پہ آمادہ کرتی تھی۔ مگر بعد میں اُنہیں تو اپنی وابستگاں اعزّا و اقارب کی طرف سے لعنت و ملامت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قتل کرنے والے ظالم خود اپنے کردار کی برائی کا اقرار نہ کریں اور اپنے غلط طریقہ کار پر اصرار رکھیں۔ بُریر کا قاتل کعب بن جابر جب کوفہ واپس گیا تو اُس کی بیوی یا اُس کی بہن نوّار بنت جابر نے کہا کہ تو نے غضب کیا۔ فرزند فاطمہ زہرا کے خلاف تو نے جنگ کی اور سیّد القرّاء (بُریر) کو قتل کیا۔ تو نے بڑا عظیم اقدام کیا ہے۔ میں تجھ سے اب کبھی بات نہیں کرونگی۔ اسے سنکر کعب بن جابر نے کچھ اشعار نظم کئے جنھیں میں نے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" میں درج کیا ہے۔[2] اُن میں سے آخری شعر جسے وہاں نہیں لکھا گیا ہے حسب ذیل ہے:۔

فقلت بریرا ثم حملت نعمۃ ابا منقذ لما دعا من یماصع

"میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسانمند کیا جبکہ وہ پکار اٹھا تھا کہ کون میری مدد کرتا ہے"

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۷ [2] طبع چہارم ص ۲۶-۴۷

بیدین جاہل شخص یزید کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔ عبدالرحمن بن جندب کی روایت ہے کہ میں نے اُس کو مصعب بن زبیر کے زمانہ میں یہ کہتے سنا کہ خداوندا ہم نے وفاداری سے کام لیا۔ ہمارے ساتھ وہ سلوک کرنا جو غداروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے باپ جندب نے کہا کہ بالکل سچ۔ وفاداری کے معنی یہی ہیں! بیشک تونے اپنے نفس کے ساتھ خود بُرائی کی۔ ہٹ دھرم ظالم کہنے لگا "ہرگز نہیں میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ میں نے تو اپنے نفس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا"۔ مگر وہی رضی بن منقذ جس کی حمایت پر وہ آج فخر کر رہا تھا اُس نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا:۔

لو شاء ربي ما شهدت قتالهم	ولا جعل النعماء عندي ابن جابر
لقد كان ذا اليوم عاراً وسبة	يعيّر الابناء بعد المعاشر
فيا ليت اني كنت من قبل قتله	ويوم حسين كنت في رمس قابر

یعنی مقدر میں اس طرح لکھا نہ ہوتا تو میں اس جنگ میں شریک ہوتا اور نہ ابن جابر کا احسان مجھ پر ہوتا۔ وہ دن ہمیشہ کیلئے ایک عار و ننگ کا موقع ہوا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ کاش میں یزید کے قتل اور حسینؑ سے مقابلہ کے دن سے پہلے مر کر قبر میں پہونچ گیا ہوتا [1]

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۸

یہ کمزور نفس کے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں کو
تقدیر کے حوالہ کرتا ہے۔

حمزہ کی شہادت کے وقت کا تعین حقیقتہً نہیں ہو سکتا ہے اُن کی
جنگ کی صورت اور واقعۂ شہادت کی نوعیت کی بنا پر خیال ہے
کہ وہ اوائل جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے اُن کی شہادت کو عصر کے بعد لکھا ہے۔ اور
تحریر کیا ہے کہ اُن کو جبیر بن اوس ضبی نے شہید کیا[1]
مگر یہ لوگ خود حمزہ کی شہادت کو اوائل جہاد میں بتلاتے ہیں حالانکہ
جیسا کہ میں نے لکھا ہے نماز ظہر کا وقت آنے کے بعد شہید ہوئے ہیں
بہت ممکن ہے کہ میں دوسرے اڈیشن میں حمزہ کے تذکرہ کو حصہ اول
میں ظہر کے قبل شہید ہونے والے اصحاب میں جگہ دے دوں۔

(۸)

(۱۷) شوذب ابن عبداللہ

غلام زادوں میں سے قبیلہ "شاکر" سے تھے جو ہمدان کی ایک شاخ تھی
اور عابس بن ابی شبیب شاکری کے ساتھ تھے جن کا تذکرہ ابھی ان کے بعد آئے گا

[1] مناقب مطبوعہ بمبئی ج ۲ ص ۲۲۰

اتصال رکھتے تھے۔ وہ شیعیان کوفہ میں اپنے اوصاف کی بنا پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ اور ایک طرف تو میدان جنگ کے شہسوار تھے دوسری طرف احادیث کے حافظ تھے اور امیر المومنین سے استفادہ کئے ہوئے تھے۔ وہ کوفہ میں اس باب میں مرجعیت کی حیثیت رکھتے تھے اور لوگ اُن سے احادیث حاصل کرنے آیا کرتے تھے [۱]

جب عابس جناب مسلم کا خط لیکر کوفہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جس کا تذکرہ اسکے بعد آئیگا تو شوذب اُن کے ساتھ گئے اور امام کے ساتھ مکہ معظمہ سے پھر عراق آئے اور کربلا پہونچے [۲]

روز عاشور عابس نے اپنے باوفا غلام سے کہا "کیوں شوذب تمھارا کیا ارادہ ہے؟" شوذب نے کہا " ارادہ کیا ہے؟ یہی کہ آپ کے ساتھ رہ کر فرزند رسول کی نصرت میں جنگ کروں اور قتل ہوں" عابس نے کہا "شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اچھا تو پھر بڑھو آگے اور امام کے اوپر جان نثار کرو۔ تاکہ امام تمھاری مصیبت بھی اسی طرح دیکھ لیں جیسے اپنے دوسرے اصحاب کی اور میں بھی تمھارے غم کو برداشت کرکے ثواب کا مستحق بنوں۔ یقیناً اگر اس وقت کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے اس سے زیادہ اختیار

---

[۱] تنقیح المقال جلد ۲ صـ۹۵ - [۲] ابصار العین صـ۷۶

ہوتا جتنا مجھے تم پر اختیار حاصل ہے تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جائے تاکہ میں اُس کی مصیبت کو برداشت کروں کیونکہ آج تو دن ایسا ہے جس میں جتنا انسان سے ہو سکے اُتنا اجر و ثواب حاصل کرلے کیونکہ آج کے دن کے بعد پھر عمل کا دفتر ختم ہے اور حساب کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

میں نے اس گفتگو پر "مجاہدۂ کربلا"[۱] میں تبصرہ کیا ہے

شوذب آگے بڑھے۔ امام حسینؑ کو سلام کیا اور پھر جنگ کرکے شہید ہوئے[۲]

وہ غلام عالم کے سرتاجوں سے زیادہ عزت دار تھا کہ اُس پر امامؑ نے زیارت شہداء میں سلام کیا۔

(السلام علی شوذب مولیٰ شاکر)

(۹)

(۷۳) عابس بن ابی شبیب شاکری

نام و نسب	عابس بن ابی شبیب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد الہمدانی الشاکری

[۱] صفحہ ۵۴-۵۵ - [۲] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۴

بنو شاکر قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ تھی۔ اور ان ہی کی نسبت امیر المومنینؑ نے روز صفین فرمایا تھا کہ اگر اُن کی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو خدا کی عبادت اُس طرح ہونے لگے جس طرح ہونا چاہیئے۔

یہ لوگ عرب میں بڑے شجاع اور جنگ آزما تھے اور "فتیان الصباح" کے لقب سے مشہور تھے۔ اس کے معنی ہوئے "وقت صبح کے جوانمرد" چونکہ غارت گری اور جنگ زیادہ تر اوقات صبح میں ہوتی تھی اس لئے اس وقت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

ہمدان کی ایک دوسری شاخ بنو وادعہ کے پاس ان لوگوں نے جا کر قیام کیا تو وہ لوگ بھی اسی لقب سے ملقب ہو گئے اور اسی لئے عابس کو شاکری بھی کہا جاتا ہے اور وادعی بھی۔[1]

شیخ الطائفہ نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں اُن کے والد کا نام ابو شبیب ہی لکھا ہے۔ علامہ مامقانی نے اس کی تبعیت کرتے ہوئے اُن کو "عابس بن ابی شبیب" کے نام سے معنون کرنے کے بعد نہ معلوم کس بنا پر یہ لکھ دیا ہے کہ ظاھر غیرہ کون شبیب بغیر کلمۃ ابی اسما لابیہ لا کنیۃ لہ "شیخ طوسی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے باپ کا

---

[1] ابصار العین ص۴۷۔

نام شبیب تھا "ابی" کی لفظ کے بغیر، نہ ابو شبیب کنیت کے طور پر[1]۔ ممکن ہے کسی کتاب میں ایسا ہو لیکن ہمارے سامنے تاریخ طبری موجود ہے اس میں بھی جہاں جہاں اُن کا ذکر ہے عابس بن ابی شبیب ہی لکھا ہے[2]۔ زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں السّلام علی عابس بن شبیب ہے۔ لیکن اسی زیارت کو سپہر کاشانی نے جو درج کیا ہے اُس میں السّلام علی عابس بن ابی شبیب الشاکری ہے[3]۔

اوصاف وہ شیعیان کوفہ میں سے رئیس قوم، بہادر، مقرر، عبادت گذار اور شب زندہ دار تھے بہت سی لڑائیوں میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے۔ اور دلوں میں اُن کی شجاعت کا سکّہ قائم تھا۔

جلسہ میں تقریر اُس موقع پر جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے اور آپ نے مختار کے گھر میں قیام فرمایا اور شیعیان کوفہ کا اجتماع ہوا اور مسلم نے امامؑ کا خط پڑھ کر سنایا تو اُس وقت سب سے پہلے عابس بن ابی شبیب شاکری ہی کھڑے ہوئے تھے اور انھوں نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا:۔

اما بعد فانی لا اخبرک عن الناس — میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت کچھ بتانا

---

[1] تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۱۲ ۔ [2] طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۹ و ۲۱۱ و ۲۵۴۔

[3] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۱۱ ۔

ولا اعلم ما في انفسهم وما — نہیں چاہتا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے
اغرّك منهم والله احدثك — دلوں میں کیا ہے اور میں آپ کو اُن کے بارہ
عما انا موطن نفسي عليه — میں مبتلائے فریب نہیں بنانا چاہتا۔ بخدا میں
والله لاجيبنكم — آپ کو وہ بتلاتا ہوں جس کو میں نے اپنے
اذا دعوتم — دل میں ٹھان لیا ہے۔ بخدا میں جب آپ
ولاقاتلنّ معكم — آواز دیجئے گا تو آپ کی صدا پر حاضر ہونگا
عدوّكم و — اور آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دشمن سے جنگ
لاضربنّ بسيفي — کرونگا اور اپنی اس تلوار سے آپ کی طرف سے
دونكم حتى القى الله — جہاد کرونگا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات
لا اريد بذلك الا — کروں۔ اس سے میرا مقصود سوائے خوشنودی
ما عند الله۔ — خدا کے کچھ اور نہیں ہوگا۔

دیکھا جائے تو عابس کی یہ مختصر تقریر بڑی معنی خیز ہے۔ وہ عام اہل کوفہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ اُن کے ارادوں کے ثبات اور مواعید کے استقلال کی کمزوری کا انکشاف کر رہے ہیں اور اُسے ایک فریب نگاہ قرار دے رہے ہیں۔ بیشک وہ صرف اپنے نفس کی ذمہ داری کر رہے ہیں اور عہد وفاداری کے پورا کرنے کی قسم کھا رہے ہیں۔

اس امر سے عابس کی شخصیت کا ممتاز درجہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ اس جلسہ میں بڑے بڑے صاحب عزت اشخاص موجود تھے۔ جیسے حبیب بن مظاہر، سعید بن عبداللہ حنفی وغیرہ۔ لیکن ان تمام لوگوں میں عابس نے تقدم کی جرأت کی اور اُن کی تقریر اتنی جامع اور پر مغز تھی کہ حبیب بن مظاہر نے اُن کی تعریف کی اور کھڑے ہو کر کہا

رحمک اللہ قد قضیت ما فی نفسک بوا جز من قولک۔ | خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے۔ تم نے کتنے مختصر الفاظ میں اپنے پورے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی طرف سے نصرت و اعانت کی اُسی طرح ذمہ داری کی جس طرح عابس نے کی تھی[1]۔

کوفے سے روانگی جب جناب مسلم کی کوفہ میں اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ آپ نے صورت حال سے امام کو مطلع کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ خط آپ نے عابس بن ابی شبیب شاکری کو دیا کہ وہ امام کے پاس پہنچائیں۔ چنانچہ عابس اس خط کو لیکر امام کے پاس گئے[2]۔ اسی لئے جناب مسلم کے واقعہ میں آپ کی جنگ اور شہادت کے موقع پر پھر عابس کا نام دکھلائی نہیں دیتا۔ وہ امام کے

---

[1] طبری ج ۶ ص ۱۹۹ ۔ [2] طبری ج ۶ ص ۲۱۱ ۔

تھے اور پھر آپ سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ کربلا پہونچے اُن کا غلام شوذب
اُن کے ساتھ تھا۔

جذبۂ قربانی

ابھی شوذب بن عبداللہ کے حال میں عابس کے وہ الفاظ
درج ہو چکے ہیں جو انھوں نے اپنے باوفا غلام سے کہے تھے
وہ کہہ رہے تھے کہ "اگر میرے پاس اس وقت کوئی ایسا شخص ہوتا جو مجھ سے
زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوتا تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے
سامنے جا کر قتل ہوتا کہ اُس کی مصیبت کو میں برداشت کروں اور
اجر کا مستحق بنوں۔ کیونکہ آج کا وہ دن ہے جس میں ہم کو ہر امکانی ذریعہ
سے آخرت کے ثواب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ پھر آج کے دن کے بعد
عمل کا موقع نہیں ہے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جنھیں اطمینانی مواقع پر شاعری کے طور پر شخص کہہ سکتا
ہے لیکن عین مصیبت کے موقع پر واقعی طور پر اُن کا کہنا بہت مشکل ہے
معلوم ہوتا ہے مصائب کے اٹھانے کا ایک شوق ہے اور تکالیف کے برداشت
کرنے کا جذبہ جو خود اختیاری طور پر عملی اقدامات کا محرک ہے۔ آپ سن چکے
کہ غلام گیا اور شہید ہو گیا۔ آج اُس کو وہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اُس کے
مالک کے تذکرہ سے پہلے اُس کا ذکر سامنے آیا۔ لیکن حقیقۃً وہ عابس ہی
کی قربانی کا ایک باب ہے جو تمہید کی صورت سے مقدم ہو گیا ہے۔

امام سے رخصت شوذب کے قتل ہونے کے بعد عابس امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:-

"بخدا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور آپ سے زائد محبوب ہو۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز شئے آپ کی خدمت میں پیش کروں تو اسے پیش کرتا مگر اب تو بس میری جان ہی باقی ہے۔ تو پھر اجازت دیجئے۔ میں آخری سلام کرتا ہوں۔ اور خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دین پر قائم ہوں"

ان الفاظ کو کہہ کر امام سے رخصت ہوئے۔

بے مثال جنگ عابس تلوار کھینچے ہوئے فوج دشمن کے سامنے آئے اُن کی پیشانی پر اس وقت ایک زخم تھا جو شاید پہلے کے حملوں میں آ گیا تھا۔ فوج کوفہ کا ایک شخص ربیع بن تمیم جو واقعہ کربلا میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے عابس کو آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ میں انھیں اس کے پہلے لڑائیوں میں دیکھ چکا تھا اور ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ میں نے کہا "ایہا الناس! یہ شیروں کا شیر ہے یہ ابن شبیب ہے۔ دیکھو کوئی ایک شخص تم میں سے اس کے مقابلہ کو باہر نہ نکلے"

عابس نے آواز دینا شروع کی" الا رجل لرجل " کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک مرد میداں کے مقابلہ کو نکلے"۔

طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہی الفاظ ہیں۔ ابصار العین میں ہے:۔
" الا رجل الا رجل" کیا کوئی مرد نہیں ہے، کوئی مرد نہیں ہے؟" مگر فوج میں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ عمر سعد نے کہا " اس بہادر کو پتھر مارنا شروع کر دو"۔

ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ عجیب طریقہ جنگ دیکھکر عابس نے زرہ اور خود و بکتر اتار کر پھینکدیا اور تلوار لئے فوج پر ٹوٹ پڑے جس صف کی طرف رخ کرتے تھے سینکڑوں آدمی ان کے سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے۔

شہادت تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فوج کے بڑے حصہ نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قتل کیا۔ اُن کو شہید کرنے کے بعد اُن کا سر قلم ہوا اور بہت سے آدمیوں نے فوج کے آپس میں جھگڑنا شروع کیا۔ ہر ایک کہتا تھا اس شخص کو میں نے قتل کیا۔ عمر سعد نے اس کا یہ کہہ کر فیصلہ کیا کہ جھگڑا نہ کرو۔ اس شخص کا قاتل کوئی ایک نہیں ہو سکتا۔ تم سب اس کے قاتل ہو۔ اس طرح یہ نزاع برطرف ہوئی[1]

[1] تاریخ طبری جلد ۱ صـ ۲۵۴

(۱۰)

(۷۳) عبداللہ بن عروہ بن حراق الغفاری

یہ وہی قبیلہ ہے جس کو حضرت ابوذر کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔
حراق غفاری اصحاب امیر المومنینؑ میں سے تھے اور حضرتؑ کے ساتھ جمل،
صفین اور نہروان میں شریک رہے تھے۔ ان کے دونوں پوتے عبداللہ
بن عروہ اور عبدالرحمن بن عروہ اشراف و شجاعان کوفہ میں اور شیعیان
علیؑ بن ابیطالب میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ یہ دونوں بھائی امام
حسینؑ کے پاس کربلا میں آکر پہونچے اور حضرتؑ کے انصار میں شامل ہوئے[1]

روز عاشورہ بعد ظہر جب اصحاب امام کی تعداد بہت کم رہ گئی اور
دشمن کی یورش بہت بڑھ گئی تو اصحاب ایک دوسرے پر سبقت کرنے
لگے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ہم پہلے اپنی جان نثار کریں۔

چنانچہ یہ دونوں بھائی خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
"یا ابا عبداللہ، ہمارا سلام قبول کیجئے۔ دشمن اب آگے بڑھے چلے آتے
ہیں اور ہمارا بس نہیں چلتا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ خود آپ کے سامنے
قتل ہو جائیں۔ اور آپ کی حفاظت میں اپنی جان نثار کریں۔"

[1] ابصار العین ص۱۰۱

حضرتؑ نے فرمایا "خدا تمہارا بھلا کرے آؤ میرے قریب آؤ"
یہ دونوں امامؑ کے پاس کھڑے ہو گئے اور ایک اُن میں سے یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت حقاً بنو غفار	وخندف بعد بنی نزار
لنضربنّ معشر الفجار	بکل عضب صارم بتّار
یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار	بالمشرفی والقنا الخطّار

(ترجمہ) حقیقتہ تمام بنی غفار اور خندف و بنی نزار کے قبائل اس امر سے واقف ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملے کریں گے ہر باڑھ دار بُران شمشیر کے ساتھ۔ اے میرے ساتھیو شریف خاندان کی طرف سے شمشیر و نیزہ کے ساتھ جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو"

طبری کے الفاظ یہی ہیں کہ کان احدھما یقول " اُن میں سے ایک یہ رجز پڑھ رہا تھا[۱]" لیکن مؤلف ابصار العین نے لکھا ہے:-

ان احدھما الیرتجز ویتم لہ الآخر فیقولان۔

(یعنی ایک اُن میں سے رجز کا مصرع شروع کرتا تھا اور دوسرا اُس شعر کو ختم کرتا تھا۔ اس طرح دونوں مل کر رجز پڑھ رہے تھے[۲]

آخر وہ دونوں شہید ہوئے۔

طبری نے اُن کا نام عبد اللہ بن عزرہ اور عبد الرحمٰن بن عزرہ غفاری

---

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ – [۲] ابصار العین صفحہ ۱۰۱

لکھا ہے۔ اسی کا تتبع میں نے پہلے کیا ہے[۱]۔ مگر زیارت شہدا میں "عزرہ" کے بجائے "عروہ" ہے اور ابن شہر آشوب نے بھی یہی لکھا ہے[۲]۔ مولف ابصار العین بھی اسی کے موافق ہیں۔ علامہ مامقانی لکھتے ہیں کہ رجال شیخ کے بعض نسخوں میں "عبدالرحمن بن عزرہ" ہے اور منہج المقال کے ایک نہایت صحیح اور معتبر نسخہ میں بھی رجال شیخ سے یہی منقول ہے۔ لیکن خود رجال شیخ کے معتبر اور تصحیح شدہ نسخہ میں عروہ ہے اور تمام کتب سیر و مقاتل اسی پہ متفق ہیں[۳]۔

صاحب مناقب نے عبداللہ بن عروہ کو "حملہ اولیٰ" کے مقتولین میں قرار دیا ہے۔

سپہر کاشانی نے عبداللہ اور عبدالرحمن کے تذکرہ کے بجائے یہ جدت آفرینی کی ہے کہ اُن اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار اور دوسری کتابوں میں نہیں ہے محمد بن مطاع کی شہادت کے بعد جابر بن عروہ غفاری" کی جنگ درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"ازپس اوچنانکہ در شرح شافیہ مرقوم است وابو مخنف حدیث می کند جابر بن عروہ غفاری کہ مردے سالخوردہ و پارسا بود و در

۱۔ محاربہ کربلا صفحہ ۴۹ ۔ ۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۹۹ ۳۔ تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ ۔

غزوۂ بدر و دیگر غزوات ملازمت خدمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ می فرمود و عصابہ بر پیشانی بستہ بود کہ جلد ابروہائے او فرو نیفتد و چشم او را از دیدار باز نہ دارد حسین علیہ السلام چوں نگریست کہ جابر آہنگ جنگ دارد فرمود شکر اللہ سعیک یا شیخ و جابر این شعر را بہ رجوزہ قرائت کردہ۔

قد علمت حقا بنو غفار	و خندف ثم بنو نزار
بنصرنا لاحمد المختار	یا قوم حاموا عن بنی الاطہار
الطیبین السادة الاخیار	صلی علیہم خالق الابرار

پس آغاز جنگ نمود و در پیش روئے امام علیہ السلام ہشتاد تن مرد رزم آزمائے را بخاک انداخت و خود بسر جائے بپرداخت[1]۔

اب اس حکایت کے متعلق میں کیا لکھوں۔ اگر صاحب ناسخ کچھ بھی تحقیقات سے کام لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ صحابہ میں اور خصوصاً جنگ بدر کے شریک ہونے والوں میں جابر بن عروہ غفاری کوئی شخص نہیں ہے۔

جو رجز درج کی گئی ہے اس کا پہلا شعر تقریباً بالکل وہی ہے جو عبداللہ بن عروہ غفاری کے حال میں درج ہوا۔

---

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ صـ ۲۷۵

شرح شافیہ بالکل مجہول ہے۔ اور ابو مخنف کی نہ معلوم یہ کس طرح کی حدیث ہے جس کی خبر نہ طبری کو تھی اور نہ ابن شہر آشوب کو نہ علامہ مجلسی کو۔ اور براہ راست صرف صاحب ناسخ کو اُس کی اطلاع ہو سکی۔

(۱۱)

(۷۴) عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری

وہ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور اُن ہی کے ساتھ میدان جہاد میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ زیارت شہداء میں بھی ان دونوں بھائیوں پر ساتھ ساتھ سلام کیا گیا ہے۔

السلام علی عبد اللہ و عبد الرحمٰن ابنی عروۃ بن حراق الغفاریین۔

(۱۲)

(۷۵) حنظلہ بن اسعد شبامی

نام و نسب: حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبداللہ بن اسعد بن حاشد بن ہمدان الہمدانی الشبامی۔

سپہر کاشانی نے حنظلہ بن اسعد شامی لکھا ہے[۱]۔ یہ بالکل غلط ہے۔

۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۴

زیارت شہدا میں جسے ناسخ نے درج کیا ہے السلام علی حنظلہ بن اسعد الشیبانی لکھا ہے[1]۔ یہ بھی غلط ہے۔ صحیح "شبامی" ہے جیسا کہ زیارت کے دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ بنو شبام قبیلہ ہمدان کی شاخ تھے[2]۔

اوصاف حنظلہ شیبانی کوفہ میں سے نامور اور خوش تقریر بہادر اور حافظ قرآن تھے۔ اُن کے ایک فرزند علی تھے جن کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔ میں نے تذکرہ حفاظ شیعہ میں اُن کا حال اسی لئے درج کیا ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے[3]۔

حنظلہ امام کے پاس حضرت کے کربلا وارد ہونے کے بعد پہنچے اور امام نے گفتگوئے صلح کے دوران میں اکثر اُن کو عمر سعد کے پاس نامہ و پیام کے ساتھ بھیجا ہے۔

تقریر روز عاشور ظہر کے بعد جب اصحاب میں سے بہت سے افراد شہید ہو چکے ہیں تو وہ امام کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور فوج کوفہ کو مخاطب کر کے باواز بلند کہنے لگے۔

یا قوم انی اخاف علیکم — اے میری قوم کے لوگو مجھے تمہارے متعلق اندیشہ

---

[1] ناسخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۲ - [2] ابصار العین ص ۷۷ - [3] ابصار العین ص ۷۷ -

[4] تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اوّل ص ۱۵۵ تا ۱۵۶

مثل یوم الاحزاب مثل دأب	اُس دن کا جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا
قوم نوح و عاد و ثمود و الذین	جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور اُن کے بعد
من بعدھم وما اللہ یرید ظلما	والوں کا انجام ہوا اور خدا بندوں پر ظلم نہیں
للعباد و یا قوم انی اخاف	کرتا بلکہ اُن کی بداعمالیوں ہی کا بدلا دیتا ہے
علیکم یوم التناد	اے میری قوم میں تمہارے لئے اندیشہ رکھتا
یوم تولون مدبرین ما لکم	ہوں قیامت کے دن سے جس وقت تم اس دنیا سے
من اللہ من عاصم	پشت پھراؤگے اور کوئی تمہارا بچانے والا خدا
و من یضلل اللہ فما	کے عذاب سے نہ ہوگا اور جس کی ہدایت سے خدا ہاتھ
لہ من ھاد	اُٹھالے اُس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں
یا قوم لا تقتلوا حسینا	ہے۔ اے میری قوم والو! حسین کو قتل نہ کرو
فیسحتکم اللہ بعذاب	نہیں تو خدا تم پر عذاب نازل کریگا اور جھوٹ
وقد خاب من افتریٰ۔	کہنے والے کا انجام ناکامی ہے

دشمن پر ایسی تقریروں سے اثر ہی کب ہوتا تھا۔ امام نے پکار کر فرمایا" اے ابن سعد! خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق تو اُسی وقت ہو گئے جب انھوں نے حق کی بات کو قبول نہ کیا اور تم لوگوں کے خلاف فوج کشی کی۔ چہ جائیکہ اب؟ اب تو یہ تمہارے بہت سے نیک شخصوں کو

قتل بھی کر چکے ہیں"۔ حنظلہ نے کہا حضور سچ فرماتے ہیں حضور سے بڑھ کر ان باتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اچھا پھر ہم بھی جائیں خدا کی طرف اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوں ؟

اذنِ جہاد ان الفاظ میں حنظلہ نے اجازت جنگ طلب کی تھی۔ امام نے فرمایا "جاؤ دنیا و آخرت کی نیکی اور ایسی سلطنت کی طرف جس کو زوال نہیں ہے"۔

شہادت حنظلہ نے رخصتی سلام کیا۔ میدان جنگ میں گئے۔ لڑے اور شہید ہو گئے[۱]۔

(۱۳)

(۷۶) سیف بن حارث بن سریع بن جابر ہمدانی

یہ اور مالک بن عبد بن سریع جن کا ذکر ابھی ان کے بعد آئیگا دونوں آپس میں چچا زاد بھائی اور ایک ماں کی اولاد تھے اور کربلا میں اُن دونوں میں جب صلح کی گفتگو ہو رہی تھی آ کر امام کے ساتھ ملحق ہوئے[۲] انکا غلام شبیب بھی ان کے ساتھ تھا[۳]

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۴ ۔ [۲] تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۷۸ ۔ [۳] ابصار العین صفحہ ۷۸ شرح

روز عاشور جب بازار شہادت گرم ہوگیا تو دونوں جوان امام کی خدمت میں آئے اور نزدیک کھڑے ہو کر رونے لگے۔

یہ اُن کے دل کی بےچینی تھی جس نے الفاظ کو سرشک غم کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اُن کے شدت سے رنج کی وجہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ مگر کیا کہنا امام کے اطمینان قلب کا۔ آپ نے فرمایا کیوں میرے بھائی کے فرزندو روتے کیوں ہو؟ دیکھو تھوڑی دیر میں تمہیں خوشی ہی خوشی کے سامان مہیا ہونگے۔

دونوں نے عرض کیا "ہماری جان آپ پر قربان۔ ہم اپنے لئے تھوڑی روتے ہیں ہمیں تو آپ کی بیکسی پر رونا آرہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اور ہم سے آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا ہے۔

حضرت نے فرمایا خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے اے میرے بھائی کے فرزندو۔ تمہارے اس صدمہ پر جو میری وجہ سے ہے اور اس ہمدردی پر جو تمہیں میرے ساتھ ہے خدا تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔[1]

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت کے بعد ان دونوں نے امام کو سلام رخصت کیا اور لڑ کر شہید ہوئے۔[2] آپکے غلام شبیب کی شہادت کا ذکر حملہ اولیٰ کے شہداء میں ہو چکا ہے۔[3]

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ [2] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۳ [3] شہدائے [illegible] حملہ اول ص ۷۴ ۔

(۱۴۱)

(۷۷) مالک بن عبد بن سریع

ان کا ذکر ابھی ان کے چچا زاد بھائی اور ماں کے فرزند سیف بن حارث بن سریع کے حال میں ہو چکا ہے۔

یہ دونوں بھائی ساتھ ہی آئے ساتھ ہی امام سے رخصت ہوئے اور ساتھ ہی لڑ کر شہید ہوئے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں اُن کو "مالک بن سریع" کے نام سے درج کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سریع اُن کے دادا تھے[1]۔ اُن کے باپ کا نام طبری نے عبد لکھا ہے[2]۔ اور تنقیح المقال میں بھی اسی کی موافقت کی گئی ہے۔ مگر ابصار العین میں "مالک بن عبد اللہ بن سریع" ہی زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں بھی یہی ہے۔ مگر صاحب ناسخ نے جو اس زیارت کو درج کیا ہے تو السلام علی مالک بن عبد بن سریع نقل کیا ہے[3]۔

---

[1] تنقیح المقال ج ۳ ص ۴۹ ۔ [2] طبری ج ۶ ص ۲۵۳ ۔

[3] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۱۱ ۔

(١٥)

(٧٨) ابوثمامہ صائدی

نام و نسب عمرو بن عبداللہ بن کعب الصائد بن شرحبیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن حیزون بن عوف بن ہمدان الہمدانی الصائدی۔ ابوثمامہ اُن کی کنیت تھی[١]۔ عام طور پر لوگ "ابوثمامہ صیداوی" کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ابوثمامہ صحیح ہے۔ اور "صیداوی" کے بجائے "صائدی" درست ہے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں "عمرو بن عبداللہ الصائدی" درج کیا ہے۔ اس میں وہ منفرد ہیں۔ دوسرے تمام مورخین "صائدی" لکھتے ہیں۔ بنو صائد قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھے[٢]۔

فضل و کمال وہ عرب کے شہسواروں میں سے اور فرقہ شیعہ کے ممتاز افراد میں سے تھے[٣]۔ امیرالمومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے۔ اور حضرت کے ساتھ آپ کے زمانہ کی تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ آپ کے بعد امام حسنؑ کی صحبت اختیار کی اور حضرت کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد وہ کوفہ ہی میں قیام پذیر رہے[٤]۔

[١] ابصار العین صفحہ ٦٩۔ [٢] تنقیح المقال ج ٢ صفحہ ٣٣٣۔ [٣] طبری ج ٦ صفحہ ٢٠٢۔ [٤] ابصار العین صفحہ ٦٩۔

مسلم کی مدد

جناب مسلم بن عقیل امام کی طرف سے نمائندہ ہو کر کوفہ آئے تو ابو ثمامہ صائدی اُن ممتاز افراد میں سے تھے جنھوں نے آپ کی گرمجوشی کے ساتھ تائید کی۔ جناب مسلم نے اُنکے ذمہ یہ خدمت سپرد کی تھی کہ وہ زر اعانت اپنے پاس جمع کریں اور اسلحۂ جنگ کی خریداری کریں اس لئے کہ وہ اس امر میں بڑی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب معقل غلام ابن زیاد نے فریب کاری سے جناب مسلم کی خدمت میں پہونچکر جو کچھ رقم لایا تھا وہ پیش کی تو اُسے جناب مسلم نے ابو ثمامہ ہی کے سپرد کیا جو کہ اس کام پر خصوصیت کے ساتھ معیّن تھے[1]

جب ہانی بن عروہ گرفتار ہوئے اور جناب مسلم حالت کے تقاضا سے مجبور ہو کر جنگ پر آمادہ ہوئے۔ جناب مسلم نے فوج کو مرتب کیا تو عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کندی کو کندہ و ربیعہ کے دستے کا افسر کیا اور اُن سے کہا کہ تم آگے آگے سواروں کی جماعت کے ساتھ جاؤ۔ مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج و اسد کا افسر کیا اور انھیں پیادوں میں جانے کا حکم دیا اور ابو ثمامہ صائدی کو تمیم و ہمدان کی افسری عطا کی[2]

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۲ ۔ [2] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۷

خدمت امام میں حضوری

جس وقت جناب مسلم کی شہادت واقع ہو گئی تو ابو ثمامہ بھی مثل دوسرے اشخاص کے مخفی ہو گئے اور خفیہ طور پر کوفہ سے نکل کر نافع بن ہلال کے ساتھ روانہ ہوئے اور چونکہ امام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکے تھے یہ لوگ راستے ہی میں امام سے ملحق ہوئے [1]

وفاداری

عاشور کے قبل کی رات کو عمر بن سعد نے امام کے پاس کثیر بن عبداللہ شعبی کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ یہ شخص انتہائی سخت دل اور جاہل سفاک تھا۔ اس نے پیغام لیجانے کے وقت ہی عمر بن سعد کے سامنے اپنی سختی و درشتی کا ان الفاظ میں اظہار کر دیا تھا کہ "میں جانے کو تیار ہوں اور اگر آپ کہئے تو میں ان کو قتل ہی کر آؤں" عمر سعد نے کہا "نہیں" یہ منظور نہیں ہے بس تم جاکر اتنا دریافت کر لو کہ آپ کس لئے آئے ہیں۔ ابو ثمامہ نے جو اس کو آتے دیکھا امام سے عرض کیا کہ "دیکھئے! آپ کے پاس ایسا شخص آرہا ہے جو بدترین اہل زمین ہے۔ اور سب سے زیادہ خونریز اور سفاک ہے" یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ "اپنی تلوار یہیں رکھ دو"

---

[1] ابصار العین ص ۶۹ ۔

اُس نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے - میں تو پیغام لے کر آیا ہوں ۔ اگر تم لوگ سننا پسند کرو گے تو میں پیغام پہونچا دونگا - نہیں تو واپس جاؤنگا" ابو ثمامہ نے کہا " اچھا میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں ، پھر تم جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو" اُس نے کہا "نہیں کبھی نہیں ہوگا تمھیں میری تلوار کو چھونا تک نہیں مل سکتا" ابو ثمامہ نے کہا پھر میں وہاں تو نہیں جانے دونگا - جو کچھ کہنا ہو مجھ ہی سے کہدو - میں اُسے تمہاری جانب سے امام تک پہونچا دونگا" وہ اس پر بھی آمادہ نہیں ہوا اور آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور وہ واپس چلا گیا - آخر دوسرا قاصد بھیجا گیا جس نے پیغام رسانی کے فرض کو انجام دیا۔[1]

یہ ابو ثمامہ کی محبت تھی امام کے ساتھ اور حضرت کی حفاظت کی فکر تھی -

ممکن ہے جناب عباس کی طرف جو اس طرح کا واقعہ منسوب ہے اُسکی بھی کوئی اصلیت ہو لیکن تاریخ میں اُس کا پتہ نہیں ہے میں حُر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں -

نماز ظہر | ظہر کے قبل جنگ میں شدت ہو چکی تھی حملۂ اولیٰ میں

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۳۳

پچاس آدمی شہید ہو چکنے ہی سے اصحاب امام کی تعداد بالکل کم ہو گئی تھی۔ دشمن کو اب یہ فکر تھی کہ کسی طرح جنگ جلدی ختم ہو اور یہ مہم سر کر لی جائے۔ قلت اور کثرت کے غیر متوازن فرق کی وجہ سے حالت یہ تھی کہ ادھر ایک یا دو بھی قتل ہوتے تھے تو نمایاں کمی پیدا ہو تی تھی۔ اور اُدھر بہت قتل ہوتے تھے تب بھی کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

اس حالت کو ابو ثمامہ نے دیکھا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "مولا میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اب آپ کے بالکل قریب آگئے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ تک کوئی آنچ نہ آنے پائے گی جب تک انشاء اللہ میں آپ کے سامنے قتل نہ ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز جس کا وقت آگیا ہے آپ کے ساتھ پڑھ لوں پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں"۔

یہ تھا جذبۂ عمل اور شوق طاعت جو اتنے سخت موقع پر نماز کا خیال اُن کے پیش نظر کئے ہوئے تھا

اسی کا نتیجہ تھا کہ امام نے تعریف کی اور فرمایا "تم نے اس وقت نماز کو یاد کیا۔ خدا تم کو نمازگذاروں اور یاد رکھنے والوں میں محسوب کرے۔ ہاں یہ اوّل وقت نماز کا ہے"۔

اس کے بعد حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ

ان لوگوں سے نماز کی مہلت طلب کرو[1]

شہادت | نہیں کہا جا سکتا کہ ابو ثمامہ کی یہ تمنا کردہ نماز ظہر امام کے ساتھ پڑھ لیں پوری ہوئی یا نہیں۔

مہلت نماز کے مانگنے کے سلسلہ میں جنگ ہو گئی۔ حبیب بن مظاہر شہید ہوئے۔ زہیر بن قین اور حر نے مل کر جہاد کیا جس کے نتیجہ میں حر کی شہادت ہوئی

اس کے بعد طبری کے مطبوعہ نسخہ میں جو میرے سامنے ہے (الطبعۃ الاولیٰ بالمطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ علی نفقۃ السید محمد عبد اللطیف الخطیب نشہ کانہ) الفاظ یہ ہیں: وقتل ابو ثمامۃ الصائدی ابن عم لہ کان عدوا لہ ثم صلوا الظہر صلی بہم الحسین صلوٰۃ الخوف۔[2]

اس کا ترجمہ جو کچھ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ "ابو ثمامہ صائدی نے قتل کیا اپنے ایک چچا زاد بھائی کو جو اُن کا دشمن تھا۔ پھر نماز ظہر ہوئی امام حسین نے اصحاب کے ساتھ نماز خوف کے طور پر نماز ادا کی"۔

اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ابو ثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے۔ اسی لئے میں ابو ثمامہ کو نماز ظہر کے بعد کے مقتولین میں درج کر رہا ہوں۔

مؤلف ابصار العین نے ابو ثمامہ کو نماز میں تو شریک قرار دیا ہے مگر

---

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۲۵۱۔ [2] طبری ج ۶ صفحہ ۲۵۲۔

وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد ابو ثمامہ نے امام سے عرض کیا کہ "فرزندِ رسول اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملحق ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باقی رہ جاؤں اور آپ میرے سامنے شہید ہو جائیں"۔ امام نے فرمایا اچھا آگے بڑھو ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ ابو ثمامہ آگے بڑھے اور کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے اس کے بعد اُن کے الفاظ یہ ہیں:-

فقتلہ قیس بن عبد اللہ الصائدی ابن عم لہ کان لہ عدوا و کان ذلک بعد قتل الحر"

"اُن کو قیس بن عبداللہ صائدی اُن کے چچا زاد بھائی نے جو اُن کا دشمن تھا قتل کیا اور یہ حر کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے"۔ لہ

یہ طبری کے گذشتہ فقرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابو ثمامہ صائدی مقتول ہیں اور اُن کا چچا زاد بھائی قاتل۔ اور طبری کی عبارت اصل میں یوں ہونا چاہیئے کہ قتل: با ثمامۃ الصائدی ابن عم لہ الخ۔

اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ پھر اس کے بعد کہیں ابو ثمامہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ابو ثمامہ

لہ ابصار العین ص۳۶

نماز ظہر میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد قتل ہوئے بلکہ تاریخ صراحت کر رہی ہے کہ یہ نماز ظہر کے قبل کا واقعہ ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی ہے۔

(۱۶)

(۶۹) جونؑ غلام ابوذر غفاریؒ

نام و نسب جون بن حوی بن قتادہ بن الاعور بن ساعدہ بن عوف بن کعب بن حوی مولی ابی ذر الغفاری[۱]

طبری کے مطبوعہ نسخہ میں اس واقعہ کے ذیل میں جو امام زین العابدینؑ کی زبانی آئندہ ذکر ہوگا "حوی مولی ابی ذر" لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ زیارت شہدا جو ناسخ میں درج کی ہے اس میں ہے السلام علی جون بن حوی مولی ابی ذر الغفاری[۲] یہ بھی بظاہر چھاپہ کی غلطی ہے۔ ابن شہر آشوب نے "عمرو بن مطاع جعفی" کی جنگ کے بعد لکھا ہے۔ "ثم برز جوین بن ابی مالک مولی ابی ذر مرتجزاً کیف تری الفجار ضرب الاسود الخ"

(یعنی پھر جوین بن ابی مالک جو ابوذر کے غلام تھے میدان جنگ میں آئے یہ رجز پڑھتے ہوئے کہ "دیکھو فاسق و فاجر لوگ کیسا دیکھیں گے شمشیر زنی کو ایک حبشی غلام کی"[۳]

۱؎ تنقیح المقال جلد ۱ ص ۲۳۵ ۔ ۲؎ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۳۱۳ ۔ ۳؎ مناقب جلد ۴ ص ۹۵ ۔

یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہے جس کی طرف ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے[1]

جون بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تیمی، اصحاب امام حسینؑ میں سے ایک بزرگوار تھے جو حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ صاحب مناقب نے اُن کو جون غلام ابی ذر کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔

ابتدائی حالات جون حبشی تھے اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی ملکیت میں تھے، امیرالمومنینؑ نے ڈیڑھ سو اشرفی کو انھیں خرید فرمایا اور ابوذر غفاری کو ہبہ کیا کہ اُن کی خدمت کریں۔ وہ جناب ابوذر کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انھیں "ربذہ" کی طرف شہر بدر کیا گیا۔ باوفا غلام اُن کے ساتھ گیا۔ جب ۳۲ھ میں ابوذر کا انتقال ہو گیا تو وہ مدینہ واپس آ گیا۔ اور امیرالمومنین کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کے پاس رہا[2]

کربلا کے حالات میں جون کا تذکرہ عاشور کے قبل نویں محرم کی شام کے حال میں ملتا ہے جسے امام زین العابدینؑ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی جناب زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ اس وقت میرے پدر بزرگوار اپنے اصحاب سے علیحدہ ایک

[1] شہدائے کربلا حصہ اول[2] تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۳۵۔

اکیلے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس جون غلام ابوذر غفاری تھے جو آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے تھے، حضرت اُس وقت یہ اشعار پڑھنے لگے۔

یا دھر اف لک من خلیل ۔ کم لک بالاشراق والاصیل الخ [1]

اس پورے درد انگیز واقعہ کو ہم نے "معرکۂ کربلا" (صفحہ ۵۲-۵۷) میں لکھا ہے۔

طلب رخصت اور امام سے گفتگو

روز عاشور جب جنگ کے شعلے بلند ہو گئے تو جون نے امام سے جہاد کی اجازت مانگی حضرت نے فرمایا "میں تمہیں خصوصیت سے اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ تم ہمارے ساتھ راحت کے لئے تھے۔ اب ہماری وجہ سے کوئی ضرورت نہیں کہ مصیبت میں مبتلا ہو"۔

وفادار غلام امام کے قدموں پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا عرض کیا "فرزند رسول! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ راحت کے زمانہ میں تو آپ کے یہاں کے پیالے چاٹوں اور سختی میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میرے جسم سے بدبو آتی ہے اور میرا حسب پست ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ آپ اپنے صدقہ میں مجھے جنت کا مستحق بنا دیجئے کہ میری بو خوشبو سے بدل جائے اور میرا حسب شریف ہو جائے اور میرا رنگ سفید ہو جائے

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۳۶۔

بخدا میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ یہ سیاہ خون آپ لوگوں کے سفید خون میں مل نہ جائے گا۔

آخر امام نے جہاد کی اجازت دی۔ ل

جنگ اور شہادت

بہادر غلام میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھنا شروع کیا۔

کیف تری الفجار ضرب الاسود   بالمشرفی والقنا المسدد

یذب عن آل النبی احمد

"ذرا گناہگار دیکھیں تو ایک سیاہ غلام کی جنگ کو شمشیر و نیزہ کے ساتھ، جب کہ وہ آل رسول کی امداد میں مصروف ہے"۔

اس نے جنگ کی اور شہادت حاصل کی۔ ۲ل

امام کی دعا

حضرت کے دل میں غلام کے الفاظ اثر کر گئے تھے۔ آپ لاش پر تشریف لائے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:-

"اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار وعرف بینہ وبین محمد وآلہ۔

"پروردگارا اس کے چہرہ کو روشن کر دے اور اس کی بدبو کو خوشبو سے بدل کر دے اور اسے اچھے آدمیوں کے ساتھ محشور فرما اور اس کے محمد و آل محمد کے درمیان شناسائی قرار دے"

ل ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۴۳۔ ۲ل ابصار العین ص ۱۰۵۔

شیخ صدوق نے خصائل میں امام محمد باقرؑ کی زبانی امام زین العابدینؑ کی حدیث درج کی ہے کہ جب بنی اسد شہداء کو دفن کرنے قتلگاہ میں آئے تو جون کے جسم سے مشک کی خوشبو آرہی تھی لہ

(۱۷)

(۸۰) غلام ترکی

نام "غلام ترکی" کی شہادت امام کے ساتھ اکثر کتب میں مذکور ہے لیکن اس کے نام کی تعیین انتہائی دشوار ہے۔ ابن شہر آشوب نے صرف اتنا لکھا ہے کہ روی انہ برز غلام ترکی للحسین وجعل یقول۔

"روایت میں ہے کہ ایک ترکی غلام امام حسین کا میدان جنگ میں آیا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا ۲ٔ

اس میں نہ تو اس کا نام ہے اور نہ کچھ ابتدائی حالات۔

علامہ مجلسی نے عبداللہ و عبدالرحمٰن غفاریین کی شہادت کے بعد لکھا ہے:۔ ثم خرج غلام ترکی للحسین وکان قاریا للقرآن فجعل یقاتل ویرتجز ویقول۔

"پھر ایک ترکی غلام حضرت کا میدان میں نکلا جو حافظ قرآن تھا وہ جنگ کرنے لگا اور

لہ تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۳۶ ۔ ۲ٔ مناقب ج ۴ ص ۹۵

یہ رجز پڑھ رہا تھا[1]

اس سے اتنا زیادہ معلوم ہوا کہ وہ حافظ قرآن تھا۔

سپہر کاشانی نے اتنا لکھا ہے کہ :۔

"حسین علیہ السلام را غلام ترکی بود۔ در بحر اللئالی مسطور است کہ آں غلام را سید الشہدا علیہ السلام ابتیاع نمود و بنفسہ زندنمود زین العابدین علیہ السلام ہبہ فرمود" [2]

اس میں بھی نام مذکور نہیں ہے لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ اسے حضرت نے خرید فرما کر اپنے فرزند امام زین العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا۔

علامہ مامقانی نے لکھا ہے

اسلم بن عمرو مولی الحسین علیہ السلام وقد ذکر اھل السیر والمقاتل انہ م اشتراہ بعد وفاۃ اخیہ الحسنؑ ووھبہ لابنہ علی بن الحسینؑ و کان ابوہ عمرو ترکیا وکان اسلم کاتبا عند الحسینؑ فی بعض حوائجہ فلما خرج الحسینؑ من المدینۃ الی مکۃ کان اسلم ملازما حتی اتی معہ کربلا فلما کان الیوم العاشر وشب القتال استأذنہ علیہ السلام وکان قارئا للقرآن [3]

[1] بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۹۔ [2] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵۔

[3] تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ ۱۲۵۔

اس سے حسب ذیل خصوصیات کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اُس کا نام اسلم بن عمرو ہے (۲) امام حسینؑ نے اس کو حضرت حسنؑ مجتبیٰ کی وفات کے بعد خرید فرمایا تھا اور اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا (۳) اُس کا باپ عمرو ترکستان کا رہنے والا تھا (۴) وہ امام کے پاس خطوط وغیرہ کی کتابت کا کام انجام دیتا تھا (۵) وہ حافظ قرآن بھی تھا۔

اس آخری خصوصیت کی بنا پر میں نے اُس کا ذکر حفاظ قرآن کے حالات میں بھی کیا ہے[۱]

شیخ محمد سماوی نے اسلم بن عمرو کو بھی درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا اور اُس کا باپ ترکی تھا۔ وہ میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

امیری حسین ونعم الامیر سرور فؤاد البشیر النذیر

"میرے امیر حسینؑ ہیں اور وہ بہترین امیر ہیں جو بشیر و نذیر پیغمبر خدا کے دل کے چین ہیں۔"

وہ جنگ کرتے کرتے زخمی ہوا اور زمین پر گرا۔ امام اُس کے سرہانے آئے اور اُسکو گلے سے لگا لیا اور رخسارہ اپنا اُس کے رخسار پر رکھا۔ وہ مسکرایا اور جان بحق تسلیم ہوا[۲]

---

[۱] تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول ص ۱۲۱ — [۲] ابصار العین ص [illegible]

اس کے بعد پھر عنوان قائم کیا ہے : (واضح الترکی مولی الحرث المذحجی السلمانی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام "واضح" تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہ ترکی غلام بہادر اور حافظ قرآن تھا۔ اور حارث سلمانی کی ملکیت تھا اور جنادہ بن حارث کے ساتھ امام کی خدمت میں آیا تھا جیسا کہ صاحب حدائق وردیہ نے لکھا ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ یہی "واضح" وہ ہے جس کے متعلق اہل مقاتل نے لکھا ہے کہ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

البحر من ضربی وطعنی یصطلی الخ ۔ له

میں پہلے اسی کا تتبع کر چکا ہوں مگر اس کی صحت میں شک ہوتا ہے اس بنا پر کہ اس قافلہ میں جو "عذیب الہجانات" میں امام کی خدمت میں آیا تھا کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ جنادہ بن حارث سلمانی کے ساتھ ان کا کوئی غلام بھی تھا۔ ہاں بیشک عمرو بن خالد صیداوی کا غلام سعد ان کے ساتھ تھا جس کا تذکرہ حصہ اول میں ہو چکا ہے۔

غلام ترکی کے متعلق تمام ناقلین اس کے پہلے تقریباً متفق ہیں کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا ۔ ان کے مقابلہ میں حدائق وردیہ البتہ

مجہول کتاب پر جو ایک نئے بدی المذہب مصنف کی تالیف ہے اعتماد مشکل ہے۔ اگر وہ جنادہ بن حارث کا غلام ہوتا تو اُسی ابتدائی معرکہ میں جس میں اُس قافلہ کے تمام افراد اجتماعی طور پر جنگ کرکے شہید ہوئے تھے یہ بھی شہید ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ اُس کی شہادت کے بعد امام نے جو برتاؤ اُس کے ساتھ کیا ہے وہ بھی ایک خاص خصوصیت کا پتہ دیتا ہے

جنگ اور شہادت

اس بنیاد پر کہ امام نے یہ غلام اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ روضۃ الاحباب کی یہ روایت بالکل قرین قیاس ہے کہ جب امام سے اُس نے اجازت جہاد مانگی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خیمہ میں جا کر سید سجادؑ سے اجازت حاصل کرو۔ غلام گیا اور زین العابدینؑ سے اجازت حاصل کی پھر تمام اہل حرم کو سلام رخصت کرکے وہ میدان جنگ میں آیا۔[۱]

اُس نے یہ رجز پڑھنا شروع کیا۔

البحر من طعنی وضربی یصطلی — والجو من نبلی وسهمی یمتلی

اذا حسامی فی یمینی ینجلی — ینشق قلب الحاسد المبجلی

(سمندر میں میرے نیزہ و شمشیر کی گرمی سے آگ لگ جائے اور فضا میرے تیروں کی بوچھار سے مملو ہو جائے۔ جب میری تلوار میرے ہاتھ میں چمکتی ہے مغرور حاسد کا دل شگافتہ ہو جاتا ہے

[۱] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۲۷۵۔

اس نے جنگ کی اور بہت لوگوں کو قتل کیا[1]

امام زین العابدینؑ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کا غلام مصروفِ کارزار ہے تو آپ کو اس کی جنگ دیکھنے کا اتنا اشتیاق ہوا کہ فرمایا خیمہ کی قنات سامنے سے ذرا ہٹا دی جائے۔ اور آپ اس کی جنگ ملاحظہ فرماتے رہے[2]

کچھ دیر لڑنے کے بعد وہ زخمی ہو کر گرا امام حسینؑ نے یہ قدر فرمائی کہ آپ پیدل تشریف لائے اور اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اپنا رخسار اس غلام کے رخسار پہ رکھا۔ غلام نے آنکھ کھولی اور امام کی اس عزت افزائی کا مشاہدہ کیا تو لبوں پہ مسکراہٹ آئی اور روح جسم سے مفارقت کر گئی[3]

(۱۸)

(۸۱) انس بن حارث اسدی

نام و نسب انس بن حارث بن نبیہ بن کاہل بن عمرو بن صعب بن اسد بن خزیمہ اسدی کاہلی[4]

[1] مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ ۔ [2] ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ ۔ [3] تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ ۔ [4] ابصار العین صفحہ ۵۵ ۔

بنو کاہل قبیلہ بنی اسد کی ایک شاخ تھے اور وہ دان بھی اس قبیلہ کی ایک شاخ ہے اُس کا نام بھی حالات کے ذیل میں آپ کی نظر سے گذرے گا۔

زیارت شہداہیں جو تحفۃ الزائرین میں درج ہے اور جسے سپہر کاشانی نے بھی نقل کیا ہے[1] اُن کا نام اس طرح ہے (السلام علی انس بن کاھل الاسدی) یہ اس اصول پر مبنی ہے کہ عرب میں کبھی انسان کی نسبت بحیثیت ولدیت اُس کے دادا یا پردادا کی طرف دیدی جاتی ہے جیسے علماء میں ابن شہر آشوب یعنی محمد بن علی بن شہر آشوب۔ ابن بابویہ یعنی محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ۔ ابن طاؤس یعنی علی بن موسیٰ بن الحسن بن طاؤس وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح انس بن حارث بن نبیہ بن کاہل کو انس بن کاہل کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیارت میں جن کا تذکرہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جن کا مؤرخین و محدثین نے ذکر کیا ہے لیکن آپ کو داد دینا ہوگی، صاحب ناسخ کی تاریخی باریک نگاہی کی کہ انھوں نے انس بن کاہل کو اُن اشخاص کی فہرست میں درج کیا ہے جن کا مؤرخین و محدثین میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے اور اُن کا نام صرف اسی زیارت

[1] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱۱

ہاں میں وارد ہوا ہے ۱؎

ابن شہر آشوب نے قرہ بن قرہ غفاری کے بعد لکھا ہے کہ مالک بن انس کاہلی میدان جنگ میں آئے ۲؎

صاحب ناسخ نے بھی اس کا تتبع کیا ہے مگر آخر میں لکھا ہے:۔

"ابن نما گوید نام این مجاہد مالک بن انس نیست بلکہ انس بن حارث الکاہلی است" ۳؎

غنیمت ہے کہ صاحب ناسخ نے ہلال بن نافع اور نافع بن ہلال کی طرح ان دونوں ناموں کے دو شخص قرار نہیں دیئے بلکہ یہ سمجھ گئے کہ یہ انس بن حارث کاہلی ہی ہیں جنہیں غلطی سے مالک بن انس کاہلی لکھا گیا ہے۔ مناقب میں جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اس طرح کی غلطیاں بہت ہیں۔

صحابیت

ابن عبد البر قرطبی نے انہیں اصحاب رسول میں شمار کیا ہے ۴؎۔ حافظ ذہبی نے بیشک اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے:۔

لا صحبة له وحديثه مرسل قال المزي له صحبة فوهم.	انہیں بیت رسول کا شرف نہیں حاصل تھا اور ان کی حدیث مرسل ہے مزی کا یہ کہنا کہ وہ صحابی تھے درست نہیں ہے ۵؎

۱؎ ناسخ التواریخ جلد ۸ صفحہ ۲۷۶ ۔ ۲؎ مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ ۔ ۳؎ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۱ [illegible] ۔ ۴؎ استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ [illegible] ۔ ۵؎ تجرید اسماء الصحابہ مطبوعہ حیدرآباد

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی نے بہت قوت کے ساتھ اس سے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اُن کی حدیث مرسل کیسے قرار دی جا سکتی ہے جبکہ اُس میں صاف مذکور ہے "سمعت رسول اللہ (یعنی) میں نے خود حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" انھیں صحابہ میں بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے جیسے بغوی، ابن سکن، ابن شاہین، دغولی، ابن زبیر، باوردی، ابن مندہ، ابو نعیم وغیرہ[1] ابن اثیر جزری کا بیان ہے کہ ابو احمد عسکری بھی اُن کے صحابی ہونے سے متفق ہیں[2]۔

خبر شہادت اشعث بن سحیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے انس بن الحارث نے بیان کیا کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لھا کربلا فمن شھد ذلک منکم فلینصرہ	یعنی حضرت رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ میرا فرزند یعنی حسین زمین کربلا پر قتل ہوگا۔ جو شخص تم میں سے اُس موقع پر موجود ہو وہ اُس کی نصرت کرے

یہ روایت اصابہ اور اسد الغابہ میں نقل کی گئی ہے اور استیعاب و تجرید اسماء الصحابہ میں اُس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شہادت یہ امر کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے بالکل متفقہ حیثیت رکھتا ہے

[1] اصابہ ج ۱ ص ۶۸ ۔ [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲۳

ابن عبدالبر نے استیعاب میں اُس کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے۔

قال البخاری انس بن الحارث قتل مع الحسین بن علی۔ بخاری کا قول ہے کہ انس بن حارث حسین بن علی کے ساتھ قتل ہوئے۔

مذکورہ بالا حدیث درج کرنے کے بعد اُسی کے راوی کی زبانی درج کیا ہے۔

فخرج ابن الحارث الی کربلا فقتل بها مع الحسین۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انس بن حارث کربلا گئے اور وہاں حسین کے ساتھ قتل ہوئے۔

اسد الغابہ میں بھی یہ موجود ہے یہاں تک کہ ذہبی جو اُن کی صحابیت کے منکر ہیں اس امر سے متفق ہیں کہ وہ امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔

ہمارے علماء میں سے شیخ الطائفہ نے کتاب الرجال میں اصحاب رسول اللہ میں اُن کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

انس بن الحرث قتل مع الحسین علیہ السلام۔ انس بن حارث امام حسین ع کے ساتھ قتل ہوئے۔

زیارت شہداء میں بھی جن الفاظ میں اُن پر سلام مذکور ہے وہ اس کے پہلے درج ہو چکے ہیں۔

علامہ مامقانی یہ روایت درج کرتے ہیں کہ وہ بہت کبیر السن تھے

اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ بدر و حنین میں شریک ہو چکے تھے جب روز
عاشورا انھیں اجازت جہاد حاصل ہوئی تو انھوں نے عمامہ سے
اپنی کمر چست باندھی اور اپنی بھوؤں کو جو آنکھوں پر لٹک آئی تھیں
اونچا کرکے رومال سے باندھا۔ امام ان کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے
اور دعائے خیر دے رہے تھے (شکر اللہ لک یا شیخ) [1]

فاضل سماوی لکھتے ہیں کہ وہ میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز
پڑھ رہے تھے۔

قد علمت کاهلها و دودان　　والخندفیون وقیس عیلان

بان قومی آفة الاقران

"قبیلہ کاہل اور دودان کے لوگ، اور خندف اور قیس عیلان سب واقف ہیں کہ
میری قوم کے بہادر میدان جنگ میں ہمسروں کیلئے بلائے جان ثابت ہوتے ہیں [2]

یہ وہی رجز ہے جو کچھ اضافے کے ساتھ مالک بن انس کاہلی کی بابت
ناسخ میں درج ہوا ہے [3]

مگر میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مالک بن انس شہدائے کربلا میں
کوئی نہیں تھے۔ یہ انس بن الحارث ہی کا ذکر ہے جو غلطی سے اس نام
کے ساتھ درج ہوا ہے۔

---

[1] تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ ۔ [2] ابصار العین صفحہ ۵۶ ۔ [3] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۹۳ ۔

وہ جنگ کے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

کمیت بن زید اسدی شاعر نے حبیب بن مظاہر کے ساتھ ان کا تذکرہ اپنے شعر میں اس طرح کیا ہے:-

سوی عصبۃ فیہم حبیب معفر　　قضی نحبہ والکاہلی مرمل

(یعنی) اس کے علاوہ بہت لوگ جن میں ایک حبیب تھے جو خاک و خون میں آلودہ ہو کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ اور کاہلی تھے جو خون میں آغشتہ ہو گئے۔" [1]

(۱۹)

(۸۲) حجاج بن مسروق جعفی

جعف بن سعد العشیرہ کی اولاد میں سے کوفہ کے معزز شیعہ تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے (جب امام حسینؑ مکہ معظمہ میں اقامت گزین ہوئے تو یہ کوفہ سے جاکر مکہ معظمہ میں حضرتؑ کے ہمراہ ہو گئے اور آپؑ کے اوقات نماز میں) اذان کی خدمت انجام دینے لگے [2]

بعض لوگوں نے انہیں "رکابدار" بھی کہا ہے یعنی مرکب حاضر کرنا اور سواری کا اہتمام بھی انکے سپرد تھا [3]

جب امام مکہ معظمہ سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو وہ وہیں سے

[1] ابصار العین ص ۵۶ ۔ [2] ابصار العین ص ۸۹ ۔ [3] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۰ ۔

امام کے ساتھ ساتھ تھے۔ راستے کے واقعات میں انکا ذکر ملتا ہے۔

خزانۃ الادب الکبریٰ میں لکھا ہے کہ جب امام قصر بنی مقاتل پہونچے حضرت نے ایک خیمہ دیکھا جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن حر جعفی کا ہے حضرت نے حجاج بن مسروق جعفی اور یزید بن مغفل جعفی کو ان کے پاس بلانے کیلئے بھیجا یہ دونوں آدمی گئے پیغام پہونچایا اور پھر اس کا جواب لائے جس کے بعد امام خود عبیداللہ سے ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی یہ دونوں شخص حضرت کے ساتھ ساتھ تھے ؎۱

اس موقع پر جب حر کے لشکر سے ملاقات ہوئی ہے نماز ظہر کا وقت آیا اس وقت بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ امام نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا ؎۲

روز عاشور انھوں نے امام سے اذن جہاد حاصل کیا میدان میں جا کر رجز پڑھی بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے ؎۳

زیارت شہدا میں ان پر سلام موجود ہے (السلام علی الحجاج بن مسروق الجعفی)

؎۱ ابصار العین صفحہ ۹۰۔ ؎۲ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۸۔

؎۳ مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵

(۴۰)

(۸۳) زیاد بن عریب ہمدانی

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ[1] میں انکا نام و نسب اس طرح لکھا ہے۔

"ابو عامر زیاد بن عمرو بن عریب بن حنظلہ بن دارم بن عبداللہ بن کعب الصائد الہمدانی"۔ اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ حسین بن علی کے ساتھ واقعہ کربلا میں قتل ہوئے اور ان کے باپ نے خدمت رسول میں حضوری کا شرف حاصل کیا تھا۔

مولف ابصار العین نے ان کا نسب اس طرح لکھا ہے۔

"زیاد بن عریب بن حنظلہ بن دارم بن عبداللہ بن کعب الصائد بن شرحبیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن خیران بن عوف بن ہمدان ابو عمرۃ الہمدانی الصائدی۔"

اس میں اور پہلی روایت میں اتنا اختلاف ہے کہ وہاں ان کی کنیت ابو عامر مذکور تھی یہاں ابو عمرہ۔ وہاں عریب ان کے دادا کا نام تھا یہاں باپ کا۔ وہاں کعب الصائد کے آگے نسب کی تفریق ہمدان کی نسبت پر کی سلسلہ نسب مذکور نہ تھا یہاں ہمدان تک سلسلہ مذکور ہے۔

[1] اصابہ جلد ۲ ص۳۱

انھوں نے لکھا ہے کہ عریب صحابی تھے اور تمام طبقات رجال میں
مذکور ہیں اور اُن کے فرزند ابو عمرہ کو جو شہدائے کربلا میں ہیں ادراک
یعنی کمسنی میں زیارت رسول کا شرف حاصل تھا اور حافظ ابن حجر کا یہ
بیان ہے کہ اُن کے باپ عمرو بن عریب کو ادراک رسول کا درجہ حاصل
تھا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خود اُن کا سن اتنا نہ تھا۔

زیادہ تر سے عابد و زاہد شب زندہ دار اور تہجد گذار تھے اور شجاعت
میں بڑے بلند پایہ۔ روز عاشور سخت جنگ کرنے کے بعد درجۂ شہادت
پر فائز ہوئے۔ [1]

۲۱

(۸۲) سالم بن عمرو مولیٰ بنی المدینۃ الکلبی

بنی المدینہ قبیلۂ کلب قضاعہ کی ایک شاخ تھے۔ مدینہ اُن کی ماں کا نام
تھا جس کی طرف اُن کی نسبت تھی۔ زید بن حارثہ صحابی اور محمد بن سائب
کلبی صاحب تفسیر بھی اسی نسل سے تھے

سالم اسی خاندان کے غلام تھے اور شیعیان کوفہ میں سے تھے۔ جناب مسلم
کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور مسلم کی شہادت کے بعد گرفتار کیے گئے مگر

۱؎ ابصار العین ص ۸۰۔

کسی طرح موقع پا کر نکل گئے اور اپنی قوم میں مخفی ہو گئے۔ جب امام حسینؑ کی
کربلا پہونچنے کی خبر سنی تو قبیلۂ کلب کے لوگوں کے ساتھ کربلا آئے اور امام
حسینؑ کے انصار میں داخل ہوئے اور روز عاشور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔[۱]

ابصار العین میں ہے قال السروی قتل فی اول حملۃ مع من قتل
من اصحاب الحسین علیہ السلام

"سروی نے کہا ہے کہ وہ "حملۂ اولیٰ" میں دیگر اصحاب حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے"[۲]
"سروی" سے مراد بظاہر صاحب مناقب ہیں اس لئے کہ اُن کا نام ہے "محمد بن
علی ابن شہر آشوب سروی مازندرانی"
مگر مناقب میں اُن کا نام "حملۂ اولیٰ" کے شہدا کی فہرست میں مجھ کو
نظر نہیں آیا۔ صاحب ناسخ نے بھی جو حملۂ اولیٰ کے شہدا کی فہرست
بالکل مناقب کے تتبع کے ساتھ لکھی ہے اُس میں بھی اُن کا نام نہیں
ہے بلکہ صاحب ناسخ نے اُن کو اُن شہدا کی فہرست میں درج کیا ہے
جن کو مورخین و محدثین نے ذکر نہیں کیا ہے اور اُن کے نام صرف
زیارت شہدا میں وارد ہوئے ہیں۔[۳]
اس لئے میں نے شہدائے کربلا کے حصۂ اول میں اُنکا نام "حملۂ
اولیٰ" کے شہدا میں داخل نہیں کیا۔

---

[۱] تنقیح المقال جلد ۲ ص ۵ - [۲] ابصار العین ص ۱۰۰ - [۳] ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۹

زیارت شہداء میں ان پر حسب ذیل الفاظ میں سلام ہے۔
(السلام علی سالم مولی بنی المدینۃ الکلبی)

(۳۴)

(۸۵) سعد بن حارث مولی امیر المومنینؑ

وہ جناب امیرؑ کے غلام تھے حضرتؑ کے بعد امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کی خدمت میں رہے۔ [1]

علامہ مامقانی لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت رسولؐ کے زمانہ کا بھی ادراک کیا اور امیر المومنینؑ کے زمانہ میں وہ پولیس کے محکمہ کے افسر تھے اور آپ نے ان کو آذربائیجان کا حاکم بھی مقرر کیا تھا۔ [2]

وہ امام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے مکہ معظمہ میں حضرتؑ کے ساتھ ہوئے اور پھر کربلا آئے اور روز عاشور اپنی جان امام پر نثار کی۔ ابصار العین میں ہے کہ وہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے پھر صراحتہً مناقب ابن شہر آشوب کا حوالہ دیا ہے مگر مناقب میں انکا ذکر حملۂ اولیٰ کے شہداء میں موجود نہیں ہے۔ بیشک امیر المومنینؑ کے حالات میں انھوں نے آپکے غلاموں کی فہرست میں لکھا ہے کہ:۔

[1] ابصار العین ص۷۴ — [2] تنقیح المقال جلد ۲ ص۱۲

(۳۴)

(۸۷) قعنب بن عمرو النمری

شیعیانِ بصرہ میں سے تھے۔ حجاج بن زید سعدی کے ساتھ امام کی خدمت
میں آئے اور روزِ عاشور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔[1]

زیارت شہداء میں اُن پر سلام کیا گیا ہے۔

بیشک اُن کے نام کے ساتھ کی نسبت میں نسخوں میں بڑا اختلاف ہے۔
ابصار العین میں "نمری" تنقیح المقال میں ہے "نمیری" زیارت شہداء
کے ایک نسخہ میں ہے "تملی" ناسخ میں جو یہ زیارت درج کی ہے وہاں ہے
"نمری" اور اُن کا نام فہرست میں اُن شہداء کی جنہیں مورخین و محدثین
نے نہیں لکھا ہے مگر زیارت میں اُن کا نام مذکور ہے۔ [illegible]
ہے "نمیری"۔

(۳۵)

(۸۸) یزید بن ثبیط العبدی

ان کے دو فرزندوں کا تذکرہ اس کے پہلے حصہ اول میں آیا ہے

[1] ابصار العین ص ۱۲۵

جن کے نام کے ساتھ "قیسی" لکھا گیا ہے۔ زیارت شہدا میں خود یزید کے نام کے ساتھ قیسی ہے بعض کتابوں میں انھیں "القیسی العبدی" لکھا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ قبیلۂ قیس عیلان سے نہ تھے بلکہ قبیلۂ عبدِ قیس کے تھے۔ اس لئے نسبت میں کبھی پہلے جزو کا لحاظ کیا جاتا ہے اور کبھی دوسرے کا۔

یزید بن ثبیط شیعیان بصرہ میں سے تھے اور ابوالاسود دوئلی (شاگرد امیرالمومنینؑ) کے مصاحبین میں سے۔

جب امام حسینؑ مکے سے بارادۂ عراق روانہ ہوئے ابن زیاد نے بصرہ کے گورنر کو یہ خط لکھا "بصرے کے لوگوں سے ہوشیار رہنا کوئی شخص نصرت حسینؑ کے لئے جانے نہ پائے" مگر بصرہ میں عبد قیس کے قبیلہ کی ایک عورت ماریہ بنت منقذ بڑی پختہ شیعہ تھی۔ اسی کا مکان شیعیان بصرہ کے اجتماع کا مرکز تھا۔ یزید بن ثبیط نے امام کی نصرت کا ارادہ کیا۔ ان کے دس فرزند تھے جن کو انھوں نے اپنے ساتھ چلنے کی ترغیب دی۔ دو ان میں سے تیار ہوئے۔ عبداللہ بن ثبیط اور عبیداللہ بن ثبیط (ان ہی دونوں کا تذکرہ حصہ اول میں ہوا ہے) جب ان کے ساتھیوں کو جو اس مکان میں جمع ہوتے تھے معلوم ہوا۔ سب نے ان کو خوف دلایا اور کہا کہ نکلنا مشکل ہے۔ مگر مجاہد راہ خدا کا ارادہ مستحکم تھا اس نے جواب دیا کہ "جب میرے قدم باہر نکل گئے تو پھر میرا ملنا غیر ممکن ہے" کچھ اور لوگ بھی ان کے

ساتھ ہو گئے ۔ امام عراق کے راستہ میں البطح کی منزل پر وارد ہوئے تھے جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے ۔ اور امام کے خیمہ کی طرف شرف ملاقات حاصل کرنے کیلئے گئے ۔ امام خود یہ سن کر کہ یہ لوگ آ رہے ہیں ملنے کے لئے دوسرے راستے سے اُن کے جائے قیام پر تشریف لیجا چکے تھے اور جب آپ انھیں نہ پایا تو وہیں انتظار کے لئے بیٹھ گئے تھے ۔ یہ لوگ ناکام ہو کر واپس ہوئے تو امام کو اپنے ہی یہاں بیٹھا پایا ۔ اُس وقت کی ان کی خوشی کا اندازہ غیر ممکن ہے ۔ انھوں نے یہ آیت پڑھی (بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا) یعنی خدا کے فضل و رحمت سے مومنین کو خوش ہونا چاہیے[1]

اس کے بعد امام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور عزم نصرت کا اظہار کیا ۔ امام نے دعائے خیر دی ۔

روز عاشورہ یہ اپنے دونوں فرزندوں سمیت درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کے بیٹے پہلے حملہ اولیٰ میں قتل ہوئے اور یزید خود اسکے بعد جنگ کر کے شہید ہوئے[2]

(۳۶)

(۱۹) یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثاء کندی بہدلی

بنو بہدل قبیلہ کندہ کی ایک شاخ تھے ۔ ابو الشعثاء اسی جماعت میں کے

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۸ ۔ [2] ابصار العین صفحہ ۱۱۱ ۔

ہیں۔ وہ شیعیان کوفہ میں سے شریف بہادر اور جنگ آزما تھے۔ امام کی خدمت
میں حر کی ملاقات سے پہلے پہونچے اور بطور ہمراہ رکاب ہو لئے۔
جب حر کی فوج نے امام کی مزاحمت کی اور آخر یہ طے پایا کہ ایک ایسے
راستہ پر روانگی ہو جو نہ کوفہ جاتا ہے اور نہ مدینہ پہونچاتا ہے۔ اور قافلہ روانہ
ہوا اور نینوا کے حدود تک پہونچا تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آیا جو ابن زیاد
کا خط لایا تھا جس کا نام مالک بن نسر بدی تھا۔
یزید بن زیاد بن مہاصر نے جو اس شخص کو دیکھا تو پہچانا چونکہ وہ بھی
قبیلہ کندہ کا شخص تھا اس لئے انھوں نے اس سے کہا کہ یہ تو نے کیا
غضب کیا۔ اس کام کے لئے تو آیا؟ اس نے کہا "میں نے تو اپنے امام کی
اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے" ابو الشعثاء نے کہا کہ تو نے
خدا کی تو نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کی اور اپنے نفس کی ہلاکت
کا سامان مہیا کیا اور ہمیشہ کیلئے ننگ و عار اور آتش جہنم کا مستحق بنا۔
خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار و
یوم القیامۃ لا ینصرون "کچھ ایسے امام ہیں جو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے
ہیں اور روز قیامت ان کی کوئی فریاد رسی نہیں ہوگی"
"بیشک تیرا امام ایسا ہی ہے" [1]

---

[1] ابصار العین ص ۱۰۱ - طبری ج ۶ ص ۲۲۵ -

اس کے ساتھ طبری کی یہ روایت عجیب ہے کہ وہ عمر سعد کے ساتھ کوفہ سے اُس فوج میں شامل ہو کر آرہے تھے لیکن جب امام حسینؑ کے پیش کردہ صلح کے شرائط مسترد کئے گئے تو وہ آ کر امام حسینؑ سے مل گئے [1]

وہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ اپنے گھٹنے ٹیک کر وہ امام کے سامنے بیٹھ گئے۔ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں ہے:۔

فرمی بمائۃ سہم ما سقط منھا خمسۃ اسہم "انھوں نے سو تیر پھینکے جن میں سے پانچ تیروں نے خطا نہیں کی"

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پچانوے تیروں نے خطا کی۔ یہ بالکل عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے بعد ہے۔ فلما رمی بھا قام فقال ما سقط منھا الا خمسۃ اسہم ولقد تبین لی انی قد قتلت خمسۃ نفر "جب وہ تیر لگا چکے تو کھڑے ہو گئے اور کہا کہ بس پانچ تیروں نے خطا کی ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ میں نے پانچ آدمی قتل کئے۔"

یہ عبارت بالکل بے معنی قرار پاتی ہے۔ مؤلف ابصار العین نے طبری ہی کا تتبع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ انھوں نے سو تیر لگائے جن میں سے پانچ نے خطا نہیں کی۔ اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ صرف پانچ نے خطا کی۔ یہ عبارتیں متضاد ہیں۔

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۵ ۔

حقیقت منکشف ہوتی ہے اُس مقام پر سپہر کاشانی کی عبارت سے اُنھوں نے لکھا ہے :-

"او را ہشت چوبہ تیر در کنانہ بود ایں جملہ را بسوئے اعدا کشاد و او ہیچ چوبہ تیر از سہام او خطا نہ کرد و پنج تن را بخاک افگند [۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طبری میں چھاپہ کی غلطی سے "ثمانیہ" کے بجائے "مائۃ" ہوگیا ہے۔

ہر مرتبہ تیر پھینکنے کے وقت وہ یہ شعر پڑھتے تھے

انا ابن بھدلہ فرسان العرجلہ

(یعنی) میں قبیلۂ بھدلہ کا شخص ہوں جو میدان جنگ کے شہسوار ہیں"

امام اُن کو دعا دیتے تھے کہ اَللّٰھم سدد رمیتہ واجعل ثوابہ الجنۃ۔

"خداوندا تیر کو نشانہ پر پہونچانا اور اُس کا اجر و ثواب جنت قرار دینا" جب تیر ختم ہوگئے تو وہ میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھی -

انا یزید و ابی مھاصر اشجع من لیث بغیل خادر

یا رب انی للحسین ناصر و لابن سعد تارک وھاجر

(یعنی) میں یزید ہوں اور میرے باپ مہاصر تھے۔ میں شیر بیشہ سے زیادہ بہادر ہوں۔ خداوندا گواہ رہنا کہ میں حسین کا مددگار رہوں اور ابن سعد سے قطع تعلق

[۱] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵

اختیار کرنے والا ہوں"۔ [۱]

آخر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

صاحب ناسخ جن کی تاریخی عجائب آفرینیاں آپکے سامنے بہت آ چکی ہیں انھوں نے اس مقام پہ کمال کر دیا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے لکھا ہے۔

"یزید بن زیاد بن شعثا بمیدان مبارزت آمد الخ" [۲]

پھر اسی صفحہ میں ابو عمرو نہشلی کی جنگ کے بعد لکھا ہے۔

"انگاہ یزید بن مہاجر کہ ابو الشعثا کنیت داشت از مردم بنی بہدلہ از طائفہ کندہ بمیدان آمد الخ" [۳]

پھر اس کے ایک صفحہ بعد اُن لوگوں کی فہرست میں جو بحار وغیرہ عام کتابوں میں مذکور نہیں ہیں لکھا ہے۔

"نخستین زیاد مصاہر الکندی است عبد اللہ بن محمد رضا الحسینی در جلد دوم جلاء العیون از مولانا خود می نویسد کہ بعد از مالک بن النسر زیاد بن مصاہر الکندی بر لشکر ابن سعد حملہ کرد الخ" [۴]

اب آپ دیکھئے کہ ابو الشعثا کنیت کے بجائے پہلی جگہ شعثا، دادا

---

[۱] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۵۔ [۲] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶۔

[۳] ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۶۔ [۴] ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷۔

کا نام قرار دیا گیا اور دوسری جگہ مہاصر کے بجائے مہاجر قرار دیکر باپ کے نام کے بجائے دادا کا نام رکھا گیا اور تیسری جگہ مہاصر کو بغیر کسی غلطی کے ولد بیت بین ذکر کیا گیا اور صاحب ناسخ کا ذہن اس طرف کسی طرح منتقل نہ ہوا کہ یہ سب ایک ہی شخص کے نام کی تبدیلیاں ہیں بلکہ انھوں نے تین مختلف شہید قرار دے لئے۔

(۳۷)

(۹۰) یزید بن معقل جعفی کوفی

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ خریت بن راشد ناجی نے جب سرزمین اہواز میں خروج کیا ہے تو امیر المومنین نے معقل بن قیس کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا اس میں یزید بن معقل میمنۂ فوج کے سردار مقرر ہوئے تھے[لہ] مرزبانی نے معجم الشعراء میں اُن کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ تابعین میں محسوب ہیں۔ اُن کے باپ صحابہ میں سے تھے۔ اُنھوں نے روز عاشورا امام حسینؑ کی نصرت کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

ان تنکرونی فانا ابن معقل — شاکی لدی الہیجاء غیر اعزل

فی یمینی نصف سیف منصل — اعلو بہ الفارس وسط القسطل

لہ ابصار العین ص ۹۹

اگر نہ پہچانتے ہو مجھے تو پہچان لو کہ بن معقل کا فرزند ہوں ۔ میدان جنگ کا شہسوار اور مکمل اسلحہ رکھنے والا ہوں میرے ہاتھ میں تیز شمشیر برہنہ ہے جس کو میں غبار جنگ کے اندر شہسوار دشمن کے سر پہ بلند کرتا ہوں"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مرزبانی کے حوالے سے ان اشعار کو نقل کیا ہے[1] زیارت شہدا میں ان پر سلام مذکور ہے مگر چھاپہ اور کتابت کی غلطی سے کہیں تو "بدر بن معقل جعفی" ہے اور کہیں "زید بن معقل جعفی"

(۲۸)

(۹۱) رافع بن عبد اللہ مولیٰ مسلم الازدی

مسلم بن کثیر اعرج کا ذکر "حملۂ اولیٰ" کے شہدا میں ہو چکا ہے[2] ۔ رافع انہی کے غلام تھے ۔ اپنے مالک کے ساتھ کربلا میں آئے اور بعد ظہر جنگ کر کے شہید ہوئے[3]

آخری شہدا

(۲۹)

(۹۲) بشر بن عمرو بن الاحدوث الحضرمی الکندی

وہ اشعث [illegible] حملہ نہ کرنے والے

۱ - [illegible] تنقیح المقال جلد ۲ ص ۴۲۲

میں قیام رکھتے تھے اس لئے کندی کے جاتے تھے جب کربلا میں صلح کی گفتگو ہو رہی تھی اُس زمانہ میں وہ آ کر انصار امام میں شامل ہوئے۔ روزِ عاشور انھیں خبر پہونچی کہ اُن کا فرزند عمرو رے کی سرحد میں قید ہو گیا ہی۔ کہا خدا پہ چھوڑتا ہوں میں اُس کو بھی اور اپنے تئیں بھی۔ بیشک اگر مجھے زندہ رہنا ہوتا تو یہ پسند نہ کرتا کہ وہ قید رہے۔ امام کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ تم میری بیعت سے آزاد ہو۔ جاؤ اور اپنے فرزند کی رہائی کی فکر کرو۔ باوفا مجاہد نے کہا کہ "مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ سے جدا ہوں۔ یہ بھلا کہاں ممکن ہے" حضرت نے فرمایا اچھا اپنے فرزند محمد کو بھیجدو اور یہ قیمتی کپڑے لو۔ ان کی قیمت سے اُن کی رہائی کا سامان کیا جائے۔

حضرت نے پانچ کپڑے مرحمت کئے جن کی قیمت ہزار اشرفی کے قریب تھی[۱]
اس گفتگو کا ذکر اُن کی زیارت شہدا میں موجود ہے

السلام علی بشر بن عمرو الحضرمی شکر اللہ لک قولک للحسین وقد اذن لک فی الانصراف اکلتنی اذن السباع حیا ان فارقتک واسئل عنک الرکبان واخذلک مع قلۃ الاعوان لا یکون ھذا ابدا۔ "سلام ہو بشر بن عمرو حضرمی پر۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے تمہاری اُس گفتگو پر جو تم نے حسین سے کی اُس وقت

---

[۱] ابصار العین صـ ۱۰۳ ۔

جب اُنھوں نے تم کو واپسی کی اجازت دی تم نے کہا کہ مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ کو چھوڑوں اور دوسرے آنے جانے والے سواروں سے آپکا حال دریافت کروں اور آپ کی مدد سے خود ہاتھ روکوں۔ اس حالت میں جب آپکے مددگاروں کی تعداد کم ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

ابصار العین میں لکھا ہے (قال السروی انہ قتل فی الحملۃ الاولیٰ)

"یعنی ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ وہ حملۂ اولیٰ میں قتل ہوئے" مجھے مناقب ابن شہر آشوب سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی روایت میں تصریح ہے:-

قال لما رأیت اصحاب الحسین اصیبوا وقد خلص الیہ والی اھل بیتہ ولم یبق معہ غیر سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی وبشر بن عمرو الحضرمی۔

"اُن کا بیان ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے سب اصحاب شہید ہو گئے اور اب تنہا وہ اور اُن کے عزیز باقی ہیں اور انصار میں سوائے سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے اور کوئی نہیں ہے۔" [۱]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دو اصحاب میں تقریباً سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ تعجب ہے کہ مصنف ابصار العین نے سوید کے حالات میں اسے درج کرنے کے باوجود بشر کے حالات میں اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔

(۳۰)

(۹۳) سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی

ضعیف العمر عابد و زاہد اور بڑے نماز گذار تھے۔ لڑائیوں میں بھی شریک ہوئے تھے اور کارنمایاں انجام دے چکے تھے شیخ طوسی نے رجال میں اُن کو اصحاب امام حسینؑ میں درج کیا ہے [1]

روز عاشور وہ شریک جنگ تھے۔ اور ابھی آپ ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی روایت میں دیکھ چکے کہ جب سب انصار شہید ہو چکے تھے اُس وقت یہ دو شخص باقی تھے۔ بشر بن عمرو حضرمی اور سوید بن عمرو۔ اسکے بعد تاریخ میں یہ صراحت موجود ہے کہ:۔

کان اٰخر من بقی مع الحسینؑ من اصحابہ سوید بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی۔

"سب سے آخر میں جو شخص اصحاب امام حسینؑ میں حضرتؑ کے ساتھ رہ گئے تھے وہ سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی تھے۔" [2]

اس سے ظاہر ہے کہ وہ بشر بن عمرو حضرمی کے بعد شہید ہوئے ہیں اسی لئے ابصار العین میں تصریح کی ہے کہ جب بشر حضرمی قتل

[1] تنقیح المقال جلد ۲ ص ۷۲۔ [2] طبری جلد ۶ ص ۲۵۹۔

ہو چکے تو سوید آگے بڑھے[1] انھوں نے جنگ کی اور زخمی ہو کر گرے۔
وہ اتنے بے حال تھے کہ سب سمجھے اُن کا کام تمام ہو گیا اور روح جسم
سے مفارقت کر چکی ہے۔ مگر اُن میں جان باقی تھی۔ جب امام حسینؑ
شہید ہو گئے تو انھیں ہوش آیا اور اُن کے کان میں آواز گئی کہ
حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ بیتاب ہو کر اُٹھے اُن کی تلوار لوگ لیجا چکے تھے
ایک چھُرا موجود تھا۔ اُنھوں نے اُس سے پاس والے جو دشمن تھے اُن
پر حملہ کیا۔ آخر دشمن ٹوٹ پڑے اور اُن کا سر جسم سے جدا کیا۔[2]

بعض دوسرے شہداء کے نام جو مختلف کتابوں میں درج ہیں

مذکورۂ بالا شہداء وہ ہیں جن کے نام زیارت شہداء میں درج ہیں
یا مستند کتب اخبار و تواریخ سے اُن کی شہادت کی واقعۂ کربلا میں
تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کچھ شہداء کے نام ہیں جو بعض کتابوں میں
درج ہیں۔ میرے نزدیک وہ پورے طور سے ثابت نہیں ہیں اس لئے
میں اُن کے اسماء حروف تہجی کی ترتیب سے لکھنے کے ساتھ اُن کی مختصر
کیفیت اُس کتاب کے حوالے سے جس میں اُن کا حال ہے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

---

[1] ابصار العین ص ۱۰۱ ۔ [2] طبری جلد ۶ ص ۲۶۔

ابراہیم بن الحصین الاسدی

ابن شہر آشوب نے ابو ثمامہ صائدی کے بعد اُن کی جنگ کا ذکر کیا ہے (مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)

سپہر کاشانی نے اُن اصحاب کی فہرست میں جن کا نام بحار وغیرہ میں نہیں ہے اُن کو ابراہیم بن الحسین کے نام سے درج کیا ہے۔ اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

"ہمانا یحییٰ از اصحاب امیر المومنین علیہ السلام است۔ و پسرش لوط کہ کنیت بابی مخنف است در شمار اصحاب حسن و حسین علیہما السلام است چوں حاضر ایں مواقع بود چہ انچہ را دیدہ و آنرا کہ شنودہ یکبارہ خالی از صحت نباید دانست" (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

ایسا بھی محققانہ استدلال ہے پھر کیونکر اعتماد کروں جس کا کوئی ایک جزو بھی صحیح نہیں ہے۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کا پورا نام جو تاریخ سے ثابت ہے یہ ہے "لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الغامدی" ان کے پردادا مخنف بن سلیم غامدی وہ تھے جو صحابی تھے اور امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں قبیلۂ ازد کے رایت کے حامل تھے اور انھوں نے

سنہ ۶۴ھ میں سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ کے ساتھ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں شہادت پائی[1]

رہ گئے ابومخنف لوط بن یحییٰ وہ غالباً اُس وقت دنیا میں موجود بھی نہ تھے وہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ امام محمد باقرؑ کے عہد کا ادراک کیا مگر یہ بھی ثابت نہیں ہے[2]

پھر اس کی بنیاد کیا باقی رہتی ہے کہ وہ خود واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں اس لئے قابل قبول ہیں۔ پھر ابومخنف کے اصل مقتل کا دنیا میں وجود بھی نہیں ہے۔ بحار وغیرہ میں اُس کے حوالہ سے کتب قدیمہ کے واسطہ سے روایات درج ہیں لیکن یہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ ابراہیم بن الحصین کا ذکر بحار میں نہیں ہے۔

ابوالحتوف الانصاری

"حدائق وردیہ" میں جو ایک زیدی المذہب مصنف کی تالیف ہے اُن کا ذکر ہے۔ اُن کے بھائی سعد بن الحارث الانصاری اور وہ دونوں لشکر عمر بن سعد میں تھے اور خوارج کے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۳۹۲ ۔ [2] الشیعۃ وفنون الاسلام ص ۶۷

جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب شہید ہو چکے تو حضرتؑ نے آواز استغاثہ بلند کی اور اہل حرم میں نالہ و فریاد کا شور برپا ہوا۔ بس ان دونوں بھائیوں کو تاب نہ رہی اور یہ تلوار کھینچکر فوج اہل کوفہ سے لڑنے لگے اور جان بحق تسلیم ہوئے (ابصار العین ص ۹۳)

ابو عمرو نہشلی

سپہر کاشانی نے یزید بن زیاد بن شعثاء کے بعد ان کا ذکر کیا ہے اور ابن نما کی مہران مولیٰ بنی کاہل کی زبانی یہ روایت درج کی ہے کہ روز عاشورا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مثل شیر کے حملہ کر رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا ابو عمرو نہشلی آخر ایک شخص نے قبیلہ بنی تیم اللات سے جس کا نام تھا عامر بن نہشل اُن پر حملہ کیا اور قتل کیا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۷۶)

مؤلف ابصار العین نے ابن نما کی عبارت کا یہ اقتباس یزید بن عرب بن حنظلۃ الصائدی الہمدانی کے حال میں درج کیا ہے اس بنا پر کہ اُنکی کنیت ابو عمرہ تھی اور انھوں نے روایت کے الفاظ یہ درج کئے ہیں کہ میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا "ابو عمرہ الحنظلی" اس صورت میں "ابو عمرو نہشلی" کی اصلیت کچھ باقی نہیں رہتی۔

احمد بن محمد الہاشمی

ابن شہر آشوب نے عمرو بن قرظہ انصاری کے بعد ان کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ ص ۹۶)

ہاشمی سے مراد اگر یہ ہو کہ وہ بنی ہاشم سے تھے تو اعزائے امام کے سلسلہ سے بالکل علٰحدہ اصحاب کے ذیل میں ان کا داخل ہونا عجیب ہے اور پھر بنی ہاشم میں کس شاخ سے وہ متعلق تھے اسکا پتہ نہیں۔

انیس بن معقل اصبحی

ابن شہر آشوب نے جوین مولی ابی ذر کے بعد ان کا ذکر کیا ہے
(مناقب جلد ۴ ص ۹۵)

سپہر کاشانی نے ان اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے۔ اعصم کوفی کے حوالہ سے ان کا تذکرہ کیا ہے (ناسخ جلد ۶ ص ۲۷۸)

خالد بن عمرو بن خالد الازدی

"عمرو بن خالد اسدی صیداوی" کا تذکرہ اس کے پہلے ہو چکا

ہے[1] "اسدی" کے بجائے ابن شہر آشوب نے "ازدی" درج کیا ہے اور عمرو بن خالد ازدی کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اُن کا فرزند خالد میدان جنگ میں آیا (مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۴)

سپہر کاشانی نے بھی اس کا تتبع کیا ہے (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۵)

لیکن عمرو بن خالد اور ان کے تمام ساتھی جو کوفہ کے راستہ میں امام سے آکر ملحق ہوئے تھے نام بنام تاریخ میں مذکور ہیں۔ اُس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے فرزند بھی اُن کے ساتھ تھے بیشک اُن کا غلام سعد تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے[2]

سعد بن حارث الانصاری

ان کے بھائی ابوالحتوف انصاری کے ذکر میں ان کا حال درج ہو چکا ہے۔

سعید بن حنظلہ تمیمی

ابن شہر آشوب نے خالد بن عمر ازدی کے بعد اُن کا ذکر کیا ہے (مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۴)

---

[1] شہدائے کربلا حصہ اوّل صفحہ ۴۲-۴۴ [2] شہدائے کربلا حصہ اول صفحہ ۴۵

"تاریخ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۸۳" میں بھی ان کا حال درج ہے اور سپہر کاشانی نے بھی اسے نقل کیا ہے (ناسخ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

شبیب بن جراد الکلابی الوحیدی

علامہ مامقانی نے ان کا حال درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علمائے سیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ کوفہ کے بہادر تھے اور امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور لڑائیوں میں کارنمایاں کر چکے تھے خصوصاً صفین میں انھوں نے بڑی جانفشانی سے کام لیا تھا۔

جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تو انھوں نے مسلم کی بیعت کی اور امام حسین کی جانب سے بیعت لیتے تھے۔ کربلا میں وہ عمر سعد کی فوج میں آئے اور نویں شب تک وہ اسی لشکر میں تھے۔ جب شمر عمر سعد کے پاس ابن زیاد کا خط لایا۔ اور یہ یقین ہو گیا کہ جنگ ضرور ہو گی۔ تو شب عاشور وہ امام کے پاس جاکر ابو الفضل العباس اور ان کے بھائیوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ وہ ام البنین مادر عباس کے قبیلہ سے تھے۔ روز عاشور میدان جنگ میں گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے (تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ...)

اب یہ علمائے سیر کون ہیں جن میں سے میں ایک سے بھی

واقف نہیں ہوں ۔ اسے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔

طرّماح بن عدی

سپہر کاشانی نے اُن کا ذکر اُن شہدا کی فہرست میں کیا ہے جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ معلی بن معلی کے بعد طرّماح بن عدی میدان میں آئے ۔ رجز پڑھی جنگ کی اور شہید ہوئے ۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ٢٦٧-٢٦٨)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ طرّماح بن عدی اُس جماعت کے دلیل راہ (راستہ بتانے والے رہنما) تھے جو عذیب الہجانات میں امام کے پاس آئی تھی ۔ اس کا تذکرہ میں نے پہلے کی کتابوں میں کیا ہے ۔ اُنھوں نے امام کو اس امر کی دعوت بھی دی تھی کہ آپ اجاء اور سلمی کے پہاڑوں پہ چل کر قیام کیجیے ۔ وہاں بیس ہزار قبیلۂ طے کے سواروں کا میں ذمہ دار ہوں کہ وہ آپ کی حمایت کرینگے ۔ امام نے انھیں دعائے خیر دی تھی اور اس مشورہ کے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی جس کے بعد طرّماح بن عدی یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں نے کوفہ سے کچھ غلّہ اپنے اہل وعیال کیلئے خریدا ہے اُسے وہاں پہونچا دوں تو پھر آؤں گا ۔ اگر آپ کے پاس پہونچ گیا تو آپ کی مدد کرونگا حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر تمھیں آنا ہو تو

جلدی کرنا طے کر گئے۔ غلہ پہونچایا اور اپنے اہل و عیال سے وصایا کر کے روانہ ہو گئے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں بنی ثعل کے راستہ سے کوفہ کی جانب چلا جب "عذیب الہجانات" میں پہونچا تو سماعہ بن بدر سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مجھ کو حسین کی شہادت کی خبر سنائی۔ میں اُسی جگہ سے واپس ہو گیا [1]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی

ابن شہر آشوب نے اُنکا ذکر مسلم بن عوسجہ کے بعد کیا ہے (مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۴-۹۵) اور روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۵۸۴) میں سعید بن عبداللہ حنفی کے بعد اُن کا تذکرہ ہے۔

علی بن مظاہر اسدی

سپہر کاشانی نے اُن کا ذکر کیا ہے فہرست میں اُن شہدا کی جو بحار وغیرہ میں درج نہیں ہیں۔ اور لکھا ہے کہ وہ ابراہیم بن الحصین اسدی کے بعد میدان جنگ میں آئے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۸۱)

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۱ ۔

ابو مخنف اور شرح شافیہ کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مقتل ابو مخنف مفقود ہے اور شرح شافیہ مجہول ور اگر اکی کوئی حقیقت فرض کی جائے تو وہ حبیب بن مظاہر کے بھائی معلوم ہوتے ہیں لیکن حبیب کے ساتھ اُن کے کسی بھائی کے ہونے کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں ہے۔ علی بن مظاہر کے متعلق ایک روایت شب عاشورہ کی ہے جو ذاکرین کی جانب سے مشہور ہے لیکن اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عمرو بن مطاع جعفی

ابن شہر آشوب نے اُن کا ذکر مالک بن انس کاہلی کے بعد کیا ہے (مناقب جلد ۲ صفحہ ۹۵)

روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۸۲) میں بھی اُن کا ذکر موجود ہے سپہر کاشانی نے بھی درج کیا ہے (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۳)

عمیر بن عبداللہ مذحجی

ابن شہر آشوب نے انھیں سعد بن حنظلہ تمیمی کے درج کیا ہے (مناقب جلد ۲ صفحہ ۹۴) ناسخ (جلد ۶ صفحہ ۲۶۵) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

قرۃ بن ابی قرۃ الغفاری

ابن شہر آشوب نے اُن کو یحییٰ بن سلیم مازنی کے بعد لکھا ہے (مناقب جلد ۲ صفحہ ۹۵) اور روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۵۵) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

مالک بن اوس مالکی

سپہر کاشانی نے اُن شہدا کی فہرست میں جو بحار وغیرہ میں مذکور نہیں ہیں اُن کی شہادت کا تذکرہ اس طرح درج کیا ہے:-

"دیگر مالک بن اوس المالکی بروایت اعصم کوفی کہ از بزرگان علمائے اخبار و موثقین راویان آثار است با شمشیر کشیدہ بمیدان تاخت الخ"

(ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)

اب کس طرح اس کا یقین ہو جبکہ اعصم کوفی جس کو صاحب "ناسخ" "از بزرگان علمائے اخبار و موثقین راویان آثار" لکھ رہے ہیں ایک بالکل مجہول شخص ہے جس کی کوئی اصلیت ثابت نہیں۔

مالک بن دودان

ابن شہر آشوب نے اُن کی شہادت کو غلام ترکی کے بعد ذکر کیا ہے۔

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵-۹۶)

ناسخ نے اُن شہداء کی فہرست میں جو بحار وغیرہ میں درج نہیں کئے گئے ہیں جابر بن عروہ غفاری کے بعد لکھا ہے "ادریس او مالک بن داؤد حضرت امام علیہ السلام را سلام داد در میدان شتافت (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۰)

محمد بن مطاع

سپہر کاشانی نے شرح شافیہ کے حوالہ سے اُن کی شہادت کا ذکر کیا ہے (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)

معلی بن المعلی

شرح شافیہ اور ابو مخنف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ بڑے بہادر تھے جنگ کرکے زندہ گرفتار کئے گئے اور عمر بن سعد کے پاس لے جائے گئے اس نے بھی اُن کی بہادری کی تعریف کی اور اُن کے سر قلم کرنے کا حکم دیا (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

یحیٰی بن سلیم مازنی

اُن کا ذکر ابن شہر آشوب نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی کے بعد

کیا ہے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۹۵ ۔ روضۃ الصفا (جلد ۳ صفحہ ۲۹۲) میں بھی اُن کا ذکر ہے۔

یحییٰ بن کثیر انصاری

اُن کا ذکر سپہر کاشانی نے کیا ہے اور ابو مخنف اور شرح شافیہ کا حوالہ دیا ہے۔ (ناسخ جلد ۶ صفحہ ۲۷۱)

یحییٰ بن ہانی بن عروہ مرادی

حضرت مسلم کو پناہ دینے والے ہانی کے فرزند۔ علامہ مامقانی نے اہل سیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ہانی اور مسلم قتل ہو گئے تو ہانی کے فرزند یحییٰ بھاگ کر اپنی قوم کے پاس مخفی ہو گئے جب انہیں امام حسینؑ کے کربلا میں ورود کی اطلاع ہوئی تو وہ کربلا آ کر حضرت کے ہمراہ ہوئے اور روزِ عاشور شہید ہوئے (تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

اہل سیر سے کون لوگ مراد ہیں یہ راز سربستہ ہے طبری کی روایت کہ بالکل اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے اس میں ان کی زبانی روایت درج ہے جو واقعہ کربلا سے متعلق ہے۔

" ہشام ابن محمد کلبی کہتے ہیں کہ مجھ کو ابو مخنف نے اطلاع دی اُن سے

یحییٰ بن ہانی بن عروہ نے بیان کیا کہ نافع بن ہلال روز عاشور جنگ کر رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے (انا الجملی انا علی دین علی) [1]
اس سے صاف ظاہر ہو کہ وہ واقعہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے۔

یہ وہ نام ہیں جن کی حقیقت پر مجھے ابھی کافی بھروسا نہیں ہے۔
ممکن ہے مجھے اس کے بعد بعض ناموں کے متعلق کافی رجحان پیدا ہو جائے تو میں انھیں شہدار کی فہرست میں داخل کر دوں

والسلام
علی نقی النقوی عفی عنہ
۲۹ محرم ۱۳۵۶ھ

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صـ ۲۴۹ ۔

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنو

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	۴؍	لـ؍	۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ	۶؍	۸؍
۲	تحریف قرآن کی حقیقت (ختم)	۶؍	لہ؍	۲۱	اسوۂ حسینی	۶؍	لـ؍
۳	مولود کعبہ (ختم)	لـ؍	۸؍	۲۲	جنگ صفین	۶؍	۸؍
۴	وجود حجت	۴؍	لـ؍	۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول	۶؍	لہ؍
۵	اصول دین اور قرآن	۴؍	لہ؍	۲۴	؍؍ ؍؍ حصہ دوم	۵؍	لہ؍
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۴؍	لـ؍	۲۵	مقصود کعبہ	لـ؍	۸؍
۷	حسینؑ اور اسلام (اردو)	۱؍	۸؍	۲۶	مذہب بابؐ بہا حصہ دوم	۹؍	لہ؍
۸	؍؍ ؍؍ (ہندی)	لہ؍	۸؍	۲۷	مذہب اور سائنس	لہ؍	۸؍
۹	؍؍ ؍؍ (انگریزی)	ختم		۲۸	معرکۂ کربلا	ختم	
۱۰	متعہ اور اسلام	۹؍	۲؍	۲۹	کربلا کا مہا یودھ		؍؍
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۰؍	۸؍	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا (انگریزی)	۲؍	۸؍
۱۲	تجارت اور اسلام (ختم)	۲؍	لہ؍	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۹؍	لہ؍
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم (ختم)	۴؍	لـ؍	۳۲	دور استبداد	۴؍	لـ؍
۱۴	علی اور کعبہ (ختم)	لہ؍	۸؍	۳۳	حقیقت بیدار	۲؍	۸؍
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۶؍	لـ؍	۳۴	خطیب آل محمدؐ	۴؍	لـ؍
۱۶	مذہب بابؐ و بہا حصہ اول	۵؍	لہ؍	۳۵	تدوین حدیث	لہ؍	۸؍
۱۷	نور و قدو غدیر	لـ؍	۸؍	۳۶	مطلوب کعبہ	لہ؍	۸؍
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲؍	۸؍	۳۷	محاربۂ کربلا	۲؍	۸؍
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان (ہندی)	ختم		۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰؍	۸؍